

تنویر الصحیفہ

فی تابعیۃ ابی حنیفہ

حضرت علامہ مولانا قیام الدین بخاری

مفتی محمد احمد رضا اشرفی مصباحی

شعبۂ نشر و اشاعت جامعہ صمدیہ

خانقاہ حضرت شیخ العالم ردولی شریف ضلع فیض آباد یوپی

حق حق حق

وَالذین اتبعوا ھم باحسان رضی اللّٰہ عنہم و رضوا عنہ

طوبیٰ لمن رأنی ولمن رأمن رأنی

تنویر الصحیفة

فی تابعیة ابی حنیفة رضی اللّٰہ عنہ

:مصنف:

امام المتأخرین قیام الملت والدّین

حضرت علامہ **قیام الدین عبدالباری**

فرنگی محلی رحمۃ اللہ علیہ

:تخریج:

مفتی **محمد احمد رضا** اشرفی مصباحی

شیخ الحدیث جامعہ چشتیہ خانقاہ حضرت شیخ العالم ردولی شریف ضلع فیض آباد، اتر پردیش

:ناشر:

شعبۂ نشر واشاعت: جامعہ چشتیہ

:المتعلقہ:

خانقاہ حضرت شیخ العالم ردولی شریف ضلع فیض آباد، یوپی

نام کتاب	تنویر الصحیفہ فی تابعیۃ ابی حنیفۃ
مصنف	امام المتأخرین حضرت علامہ قیام الدین عبدالباری فرنگی محلی
تقدیم وتخریج	مفتی محمد احمد رضا اشرفی مصباحی
پروف ریڈنگ	مولانا نیاز احمد اشرفی، مولانا حسین اختر مصباحی
سنہ اشاعت	۲۰۱۱ء
ناشر	شعبہ نشر واشاعت جامعہ چشتیہ خانقاہ حضرت شیخ العالم ردولی شریف، ضلع فیض آباد۔
کمپوزنگ	پرنٹ ایکسیز، لکھنؤ موبائل: 9450110238
طباعت	نور پرنٹرس، لکھنؤ موبائل: 9336628735
تعداد اشاعت	ایک ہزار
قیمت	

:ملنے کا پتہ:

جامعہ چشتیہ خانقاہ حضرت شیخ العالم ردولی شریف، ضلع فیض آباد۔

موبائل : 9026742301

حق حق حق

عرض ناشر

فکر اسلامی کی معتبر شارح، صوفی روایات کی قدیم پاسباں، خانقاہ شیخ العالم ارباب علم و دانش کے درمیان ایک منفرد مقام رکھتی ہے، خانقاہ کے موجودہ سجادہ نیرملت حضرت شاہ عمار احمد احمدی فاروقی عرف نیر میاں صاحب قبلہ ہیں، موصوف اعلیٰ تعلیم یافتہ، وسیع الخیال، روایتی قدروں کے امین اور خانقاہی فکر وشعور کی نمایاں پہچان ہیں، دعوتی و علمی سرگرمیوں میں اپنے نیک سیرت و نیک صورت پیش روؤں کی تصویر ہیں، فکر وکردار کی رعنائیاں نتیجہ خیز کارکردگیوں سے مترشح ہیں، ۱۹۹۹ء میں حضرت صاحب سجادہ نے نئے حوصلوں اور نئی امنگوں کے ساتھ خانقاہ شیخ العالم کے وسیع و عریض صحن میں ''جامعہ چشتیہ'' نامی ایک ادارہ کی بنیاد رکھی جس نے بہت ہی قلیل عرصے میں اپنی بلند تعلیمی وتعمیری کارکردگیوں کی بنا پر ایک نمایاں مقام حاصل کیا۔ خوبصورت سہ منزلہ ''سینٹرل بلڈنگ'' طلبہ کی رہائش کے لئے امکانی سہولیات سے معمور وسیع ترین ''ہاسٹل'' جدید وقدیم اور کمیاب و نایاب کتابوں کی ایک بھاری تعداد پر مشتمل لائبریری، ایک وسیع پلاٹ پر چشتیہ گرلس انٹر کالج کی پرشکوہ زیر تعمیر عمارت اور خانقاہ شیخ العالم کی دیدہ زیب بلڈنگ ہر آنے والے کو دعوت نظارہ دے رہی ہے۔

تعلیمی سطح پر حفظ وقرأت کے ساتھ ذی استعداد علماء کرام کی نگرانی میں درس نظامی کی معیاری تعلیم، شعبۂ پرائمری، جونیئر ہائی اسکول، چشتیہ ہائیر سکنڈری اسکول، شعبۂ نشر واشاعت اوران تمام شعبے جات کی تنظیم وتنسیق کا صاف وشفاف نظام ادارہ کے عروج وارتقا کو چار چاند لگا رہا ہے اور یہ سب یقیناً حضرت شیخ العالم علیہ الرحمہ کے روحانی فیوض اور بانی ادارہ حضرات صاحب سجادہ طال اللہ عمرہٗ کی اخلاص بھری کاوشوں کا ثمرہ ہے۔

حضرت صاحب سجادہ نے ایک مضبوط منصوبے کے تحت اپنے اسلاف اور اکابر علماء اہلسنت و جماعت کی نایاب ترین کتابوں کو منظر عام پر لانے کا بیڑا اٹھایا ہے اور پچھلے کئی

سالوں سے اپنی ورکنگ ٹیم کے ساتھ اس میں ہمہ تن مصروف بھی ہیں، حضرت صاحب سجادہ اس علمی اور اشاعتی ورک میں کہاں تک کامیاب ہیں اس کا اندازہ ہمارے ستھرے ذوق قارئین کو خوب ہے اور جامعہ کے کوئی درجن بھر مطبوعات بھی اس پر شاہد وناطق ہیں۔ اسی اشاعتی منصوبے کے تحت سال رواں دو اہم ترین کتابیں ''تنویر الصحیفہ فی تابعیہ ابی حنیفہ'' اور تجلیات شہید عشق ہم آپ کی خدمت میں پیش کررہے ہیں۔

تنویر الصحیفہ جیسا کہ نام ہی سے ظاہر ہے کہ یہ کتاب امام اعظم حضرت نعمان بن ثابت رضی اللہ عنہ (ولادت ۸۰ھ، وفات ۱۵۰ھ) کی تابعیت کے اثبات میں امام الہند حضرت مولانا عبدالباری فرنگی محلی (وفات ۱۳۴۴ھ) کی شاہکار تصنیف ہے، مولانا کو جو علمی مقام اور جو فکری بلندی حاصل تھی اس کی گہری چھاپ پوری کتاب میں نمایاں ہے اپنی وجاہت علمی اور وسیع مطالعہ کا ثبوت دیتے ہوئے مولانا نے ہر تحریر کو کسوٹی پر جانچنے پرکھنے کی کامیاب کوشش کی ہے۔ کتاب چونکہ قدیم انداز پر لکھی گئی تھی اس لئے جدید تقاضوں کے پیش نظر تخریج کی ضرورت محسوس کی گئی لہٰذا صاحب سجادہ کے ایماء واشارہ پر حضرت مولانا مفتی احمد رضا صاحب اشرفی مصباحی نے تخریجی عمل کو انجام دیا ہے۔ (فجزاہ اللہ خیر الجزاء)

خیر کتاب آپ کے ہاتھوں میں ہے، نجی تحقیق سب سے اچھی بات ہوتی ہے جیسا کہ گذشتہ سطروں سے ظاہر ہوا کہ جامعہ ایک بڑے پروجیکٹ کو ٹیک اپ کر رہا ہے اور بجٹ کی کمی مدارس اسلامی کے ساتھ کوئی نئی بات نہیں، اس لئے تمام دردمندان ملت خصوصیت کے ساتھ سلسلۂ چشتیہ صابریہ سے وابستہ تمام افراد سے گزارش ہے کہ اپنے محبوب ادارہ کے ساتھ اشتراک وتعاون فراموش نہ کریں تاکہ جامعہ اپنے منصوبوں کو جلد پایۂ تکمیل تک پہونچا سکے۔

فقط والسلام

محمد نیاز احمد اشرفی بھاگلپوری

خادم التدریس والاشاعۃ جامعہ چشتیہ

خانقاہ حضرت شیخ العالم علیہ الرحمہ

ردولی شریف ضلع فیض آباد

حق حق حق

کلمات تبریک

از: نیر ملت حضرت شاہ عمار احمد احمدی (نیر میاں)

سجادہ نشین خانقاہ حضرت شیخ العالم علیہ الرحمہ،

ردولی شریف، ضلع فیض آباد

بڑے دنوں سے آرزو تھی کہ شیخ العالم کے دعوتی مشن کی احیاو تجدید کے لئے ایک مضبوط اشاعتی ادارہ قائم کیا جائے اور اکابر علماء اہلسنت، خصوصیت کے ساتھ علماء سلسلۂ چشتیہ صابریہ کی وہ کمیاب و نایاب تصانیف جو یا تو دیمک کی نذر ہو رہی ہیں یا پھر طاق نسیاں پر رکھی ہوئی ہیں انہیں نئے سرے سے اور نئے انداز میں منظر عام پر لائی جائیں، بفضلہٖ تعالیٰ یہ خواب شرمندۂ تعبیر ہوا اور شعبۂ نشر و اشاعت جامعہ چشتیہ خانقاہ حضرت شیخ العالم کی جانب سے پچھلی ایک دہائی میں کوئی درجن بھر اہم ترین کتابیں منظر عام پر لانے میں کامیابی حاصل ہوئی، فالحمد للہ علی ذالک۔

اسی اشاعتی منصوبے کے تحت سال رواں دو اہم کتابیں شائع کی جارہی ہیں، ایک تو ''تنویر الصحیفہ فی تابعیۃ ابی حنیفہ'' ہے جو آپ کے ہاتھوں میں ہے اور دوسری کتاب تجلیات شہید عشق ہے جو حضرت مولانا محمد حسین فاروقی الہ آبادی علیہ الرحمۃ کے سوانحی خاکہ پر مشتمل حضرت مولانا محمد الفاروقی ازہری کی تالیف ہے، دونوں کتابوں کی تخریج و تصحیح کی ذمہ داریاں عزیزم مولانا مفتی احمد رضا اشرفی مصباحی شیخ الحدیث جامعہ چشتیہ نے پوری کی ہے، انہوں نے یہ کام بڑی محنت اور لگن سے کیا ہے، دعا ہے کہ رب مقتدر ان کے علم و عمل میں برکتیں عطا

فرمائے اور دین و سنت کی حمایت و تعاون کے نیک جذبے سے انہیں سرشار کرے، خصوصیت کے ساتھ جامعہ چشتیہ خانقاہ حضرت شیخ العالم کو اس کے تمام شعبوں اور منصوبوں کے ساتھ ہمہ جہت ترقیاں عطا فرمائے۔

آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

فقیر شاہ عمار احمد احمدی (نیر میاں)

سجادہ نشین خانقاہ حضرت شیخ العالم

ردولی شریف فیض آباد یوپی

۱/ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۲ھ

۶/ اپریل ۲۰۱۱ء بروز بدھ



حق حق حق

تقدیم

(حضرت مولانا عبدالباری فرنگی محلی علیہ الرحمہ ایک مختصر تعارف)

و

(امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ)

ایک اجمالی تعارف

از

حضرت مولانا مفتی **محمد احمد رضا** اشرفی مصباحی

مفتی صابری دارالافتاء وشیخ الحدیث

جامعہ چشتیہ خانقاہ حضرت شیخ العالم

ردولی شریف، ضلع فیض آباد، یوپی

حق حق حق

تقدیم

حامداً ومصلیاً

"**تنویر الصحیفة فی تابعیة ابی حنیفه**" جیسا کہ نام سے عیاں ہے کہ یہ کتاب حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی تابعیت کے اثبات میں لکھی گئی ہے۔

امام المتاخرین حضرت علامہ عبدالباری فرنگی محلی علیہ الرحمہ نے آج سے تقریباً ایک سو دس سال قبل یہ کتاب ایک استفتاء کے جواب میں تحریر فرمائی تھی اور اپنی ذاتی کوشش سے مطبع مجتبائی لکھنؤ سے چھپوا کر شائع بھی کر دی تھی۔ مگر اس کے بعد کتاب کچھ اس انداز سے روپوش ہوئی کہ حضرت مولانا کی تصنیفات کی فہرست میں اس کا صرف نام ہی دیکھنے کو ملتا تھا۔

حسن اتفاق سے خانقاہ حضرت شیخ العالم کی قدیم لائبریری "الموسوم بہ نظامی دارالمطالعہ" میں حضرت مولانا کی یہ گرانقدر تصنیف مل گئی جو انتہائی بوسیدہ اور کرم خوردہ حالت میں مخطوطات کے خانے میں پڑی ہوئی تھی۔ چنانچہ اس کی بازآبادکاری کے لئے حضرت نیر میاں صاحب قبلہ سجادہ نشین حضور شیخ العالم ردولوی وسربراہ اعلیٰ جامعہ چشتیہ نے اس کی اشاعت کا ارادہ فرمایا۔ اور اس کی تخریج وتصحیح کی ذمہ داری مجھ بے مایہ کو سونپی نیز اس پر ایک مختصر سا مقدمہ لکھنے کا بھی حکم فرمایا۔ ہر چند کہ میں اس لائق نہیں کہ حضرت قیام الملت کی تحریر پر کچھ کام کرسکوں مگر حضرت کی دعا نے حضور شیخ العالم کے فیضان اور مصنف کی روحانیت کو میری طرف کچھ اس طرح متوجہ فرمادیا کہ میں اس کام کے لئے کمربستہ ہوگیا اور جوں جوں میں نے اس طرح سبقت کی راہیں واہوتی چلی گئیں۔ وما توفیقی الا باللہ۔

چوں کہ کتاب صرف امام اعظم کی تابعیت کے ثبوت میں لکھی گئی ہے اور آپ کے دیگر اوصاف وخصائل پر اصول افتاء کے پیش نظر قصداً کچھ نہیں لکھا گیا۔ اس لئے اس پر مقدمہ لکھنے

کا واحد جواز یہ ہوسکتا تھا کہ حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کی شخصیت کا ایک اجمالی جائزہ پیش کیا جائے تا کہ عام قارئین کو اختصاراً دیگر ضروری گوشوں سے بھی واقفیت حاصل ہو جائے۔ لہٰذا مقدمہ کے نام پر میں نے امام اعظم کا اجمالی تعارف پیش کرنا ہی مناسب سمجھا۔ لیکن ایک قضیہ یہ بھی درپیش ہوا کہ مصنف علیہ الرحمہ کا بھی اوائل کتاب میں تذکرہ ضروری ہے کیوں کہ کتاب کی معتبریت پر صاحب کتاب کا خاص اثر مرتب ہوتا ہے اس لئے اسے بھی شامل مقدمہ کرلیا گیا۔

کتاب کی تصحیح میں مجھے بڑی دقتیں پیش آئی تھیں کیوں کہ اس کے اوراق اتنے کمزور ہو چکے تھے کہ ہاتھ لگاتے ہی ٹوٹ جاتے تھے اس پر دیمک نے ایسی مہربانی کی تھی کہ بعض عبارتیں بمشکل پڑھنے میں آتیں تاہم سیاق وسباق سے اصل الفاظ تک رسائی بالکل ممکن ہوگئی تھی۔ لیکن پھر ایک پریشانی یہ در آئی کہ کتاب سوسالہ قدیم زبان پر مشتمل ہے جس کی بہ نسبت آج زبان و بیان اور ترکیب واسلوب میں حیرت انگیز تبدیلی آئی ہے چنانچہ ارادہ ہوا کہ اس کی تسہیل کردوں مگر پھر خیال آیا کہ یہ لفظی خیانت ہوگی اور اس طرح اس کی اصل روح مجروح ہو جائے گی۔ لہٰذا اس کی اصلیت کو بعینہٖ باقی رکھی گئی۔

اس کا قدیم نسخہ فل سائز میں مکمل تیس ۳۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ اب اس اشاعت میں اس کی کتابت اور صفحہ سازی میں تھوڑی سی جدت یہ آئی ہے کہ اس کے صفحات بڑھ گئے ہیں اور عربی عبارتیں جدید پیرائے میں ڈھالی گئی ہیں۔ پھر اس کا ترجمہ جو مصنف نے خود ہی کیا ہے اس کے بالمقابل درج کیا گیا ہے اور حوالہ جات کی تخریج بھی کردی گئی ہے۔

حضرت مصنف علیہ الرحمہ نے علماء احناف وغیر احناف کی بیس ۲۰ سے زائد معتبر ترین کتابوں کے حوالے سے اپنے اس مضمون کو مزین کیا علاوہ ازیں دلائل عقلیہ واصول محققین و محدثین کی روشنی میں امام اعظم رضی اللہ عنہ کی تابعیت پر حجت باہرہ قائم فرمادی اور مخالفین کو یہ تسلیم کرنے پر مجبور کردیا کہ ائمہ اربعہ میں سے صرف امام اعظم ہی تابعی ہیں اور جو شرائط و لوازم تحقق تابعیت کے لئے ضروری ہیں وہ امام کے اندر کماحقہٗ پائے جاتے ہیں۔

وہ کتابیں جن سے حوالہ جات کی تخریج کی گئیں ہیں۔ مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) ردالمحتار - علامہ شامی (۲) الخیرات الحسان - علامہ ابن حجر مکی۔ (۳) تاریخ بغداد - خطیب بغدادی۔ (۴) مرأۃ الجنان وعبرۃ الیقظان علامہ ذہبی۔ (۵) العلل المتناہیہ - علامہ ابن جوزی۔ (۶) تبییض الصحیفہ - علامہ سیوطی۔ (۷) تہذیب الاسماء - علامہ نووی۔ (۸) شرح نخبۃ الفکر - علامہ حجر عسقلانی۔ (۹) تذکرۃ الحفاظ - علامہ ذہبی۔ (۱۰) وفیات الاعیان و ابناء الزمان - ابن خلکان (۱۱) مسند الامام - خوارزمی۔ (۱۲) مناقب امام اعظم - سید داؤد ظاہری۔ (۱۳) مناقب امام اعظم - علامہ کردری۔ (۱۴) مقدمہ ہدایہ اٰخرین - علامہ عبدالحی۔ (۱۰) تنسیق النظام۔ (۱۶) ابراز الغیٔ - علامہ عبدالحیٔ (۱۷) ارشاد الساری - علامہ قسطلانی۔ (۱۸) فتح المغیث - علامہ سخاوی۔ (۱۹) تدریب الراوی - علامہ سیوطی۔ (۲۰) مسند الامام - ملا علی قاری وغیرہ۔

بہرحال کتاب کی ترتیب جدید اور تصحیح وتخریج میں حتی الامکان میں نے یہ کوشش کی ہے کہ کوئی کمی نہ رہنے پائے اور اس کی اصل حیثیت پورے طور پر عیاں ہو جائے۔ لیکن غلطیوں سے فرار ہرگز ممکن نہیں اس لئے قارئین سے مؤدبانہ گذارش ہے کہ کتاب میں کہیں کوئی خامی نظر آئے تو ضرور اطلاع بخشیں تا کہ آئندہ اس کی تلافی ہوسکے۔

یہاں اصل مضمون کو آغاز کرنے سے قبل تعارف مصنف علیہ الرحمہ اور امام اعظم ایک اجمالی تعارف بطور مقدمہ پہلے نذر کرتے ہیں ملاحظہ کریں۔

●

اگر گیتی سراسر باد گیرد
چراغ چشتیاں را ہرگز نمیرد

●

حق حق حق

مختصر تعارف

مولانا عبدالباری علیہ الرحمہ فرنگی محلی

دنیائے اسلام کا ایک بڑا حصہ جن بزرگوں کے علمی وروحانی فیضان سے لالہ زار ہوا ہے ان میں علماء فرنگی محل کو خاص امتیاز حاصل ہے۔ بحر العلوم بانی درس نظامیہ ملا نظام الدین فرنگی محلی کے بحر علم سے اٹھنے والی تلاطم خیز موجیں آج بھی مدارس اسلامیہ کے فارغین کو فیضیاب کر رہی ہیں۔ علماء فرنگی محل کا خانوادہ اپنے تمام تر اوصاف حمیدہ کے باوجود اپنے جن کارناموں سے شہرہ آفاق رہا ہے وہ ان کی علمی خدمات ہیں اور میں سمجھتا ہوں اس حقیقت سے مجال انکار کسی کو نہیں۔

امام العلماء قیام الملت والدّین حضرت علامہ محمد قیام الدین عبدالباری علیہ الرحمہ ولادت ۱۲۹۵ھ وفات ۱۳۴۴ھ اسی خانوادہ کے چشم وچراغ اور علمی روایات کے امین تھے۔ مطالعہ سے عیاں ہے کہ آپ نے اپنی مختصر سی زندگی میں ایسے عظیم الشان کارنامے انجام دیئے جن پر ملت اسلامیہ کو بجا طور پر فخر ہے۔

ولادت:

مولانا عبدالباری فرنگی محلی حیات اور خدمات کی مؤلفہ نزہت فاطمہ لکھتی ہیں۔ مولانا صاحب کی ولادت ۱۰/ربیع الثانی یوم یکشنبہ ۱۲۹۶ھ مطابق ۱۸۷۷ھ بمقام محل سرا فرنگی محل ہوئی چونکہ پیدائش رات کے وقت ہوئی اس لئے کتابوں میں ۱۱/ربیع الثانی درج ہے۔ ۱؎

تذکرہ علماء فرنگی محل کے مؤلف مولانا عنایت اللہ فرنگی محلی لکھتے ہیں۔

اس آفتاب عز وکمال کا طلوع ۱۰/ربیع الثانی ۱۲۹۵ھ یوم یکشنبہ مطابق ۱۴/اپریل ۱۸۷۸ء کو ملک العلماء ملا حیدر کی محل سرائے سے ہوا۔ ۲؎

دونوں تذکرہ نگار نے صرف قمری تاریخ میں موافقت کی ہے جبکہ سن پیدائش کے بارے میں دونوں مختلف البیاین ہیں البتہ اتنا تو طے ہے کہ مولانا کی ولادت انیسویں صدی عیسویں کی آٹھویں دہائی کے درمیان ہوئی۔

نام ونسب:

آپ کا اصل نام وہی ہے جس نام سے آپ کو دائمی شہرت ملی۔ مولانا عنایت اللہ صاحب رقمطراز ہیں۔

جد امجد نے قیام الدین محمد عبدالباری اسم گرامی تجویز کیا سچ ہے ان اسماء بنی آدم تتنزل من السماء خدا نے اس نام کی برکت سے مولانا کو واقعی قیام الملت والدّین بنا دیا۔ ۳؎

آپ کا سلسلہ نسب میزبان مصطفٰے علیہ التحیۃ والثناء صحابی رسول حضرت سیدنا ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے جا ملتا ہے اور اسی نسبت سے علماء فرنگی محل اپنے آپ کو انصاری لکھتے ہیں۔

شجرہ نسب اس طرح ہے۔

مولانا قیام الدین عبدالباری ابن مولانا عبدالوہاب ابن مولانا عبدالرزاق ابن مولانا جمال الدین ابن مولانا علاؤ الدین ابن ملا احمد انوار الحق ابن ملا عبدالحق ابن ملا سعید ابن ملا قطب الدین شہید سہالوی قدس سرہٗ جو صحابی رسول حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ کی اولاد میں ہیں۔ ۴؎

تعلیم وتربیت:

مولانا نے جس گھرانے میں اپنی آنکھیں کھولیں وہاں علوم نبویہ کی دولت لازوال سے

سرفراز ہونا ایک فطری امر تھا کیونکہ اپنے ہی خاندان میں جید علماء وفضلاء اور صاحب حال صوفیاء کی ایک جماعت پہلے سے ہی موجود تھی اوپر سے دور دراز مقامات سے متلاشیان گوہر علم کی کشاں کشاں آمد اور وقت کے بڑے بڑے فقہاو مشائخ کا آنا جانا نیز مسائل شرعیہ کے حل کے لئے عوام الناس کا رجوع کرنا ان سب چیزوں نے مل کر ایک ایسا پر بہار ماحول قائم کر دیا تھا جس میں نخواستہ مزاج شخص بھی خواستگاروں کی بھیڑ میں نظر آتا تھا۔ چنانچہ مولانا کی پرورش و پرداخت پر اس عرفانی ماحول کا ایسا کامل اثر مرتب ہوا کہ قلیل عرصہ میں مولانا کو اپنے وقت کے مروجہ تمام علوم وفنون پر مکمل گرفت حاصل ہو چکی تھی۔

آپ کی تعلیمی سرگرمیوں کا ایک سرسری جائزہ پیش کرتے ہوئے مولانا عنایت اللہ صاحب لکھتے ہیں۔

جب عمر مبارک پانچ سال کی ہوئی جد امجد کی خدمت میں اسم تسمیہ خوانی ادا ہوئی اور قرآن شریف حافظ حاتم علی صاحب اور بعد کو حافظ عبدالوہاب صاحب نبیرہ نواب ظہیر الدولہ مرحوم سے حفظ کیا اور فارسی وحساب وغیرہ کی تعلیم متفرق اساتذہ سے حاصل کی اس کے بعد کتب درسیہ کی تحصیل شروع فرمائی ۱۳۱۸ھ میں ختم درس فرمایا۔۵

اساتذہ:

میزان سے لیکر متوسطات تک اکثر کتب حضرت مولانا عبدالباقی مدظلہ العالی سے پڑھی۔۔۔۔۔۔قطبی مع حاشیۂ سید، میبذی، خلاصۃ الحساب، اقلیدس، تفسیر جلالین اور نفحۃ الیمن مولانا غلام احمد پنجابی سے پڑھیں مطولات میں سے اکثر معقولات مثلاً شرح مسلم ملا حمد اللہ سندیلوی، قاضی مبارک، حواشی میر زاہد برملال جلال و برامور عامہ، شرح مواقف، شرح ہدایۃ الحکمت للشرازی، شمس بازغہ، شرح ملخص للعلامہ الچغمینی بست باب الاصطرلاب، حاشیہ خیالی بر شرح عقائد نسفی اور اصول فقہ میں مسلم الثبوت مولانا عین القضاۃ رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھیں اور میر زاہد رسالہ مع حاشیہ مولانا غلام یحیٰ و دیگر منقولات مطولات مولانا عبدالباقی صاحب سے پڑھیں اور ہدایہ و صحیح بخاری۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔دوبارہ استاذ الوقت

(غالباً مولانا عبدالحی علیہ الرحمہ) سے پڑھیں ختم کتب کے بعد مولانا عبدالباقی صاحب نے اپنے مرویات کی مع مسلسلات وغیرہ کے اپنے سامنے پڑھوا کر اجازت عنایت فرمائی۔۶

حرمین طیبین کا پہلا سفر:

۱۳۰۹ھ دور کمسنی میں اپنے والدین کریمین کے ہمراہ زیارت حرمین شریفین کے لئے تشریف لے گئے جب مدینہ منورہ حاضر ہوئے تو وہاں کے محدث وفقیہ سید علی بن سید ظاہر وتری علیہ الرحمہ نے والد ماجد کے ساتھ آپ کو اور بڑے بھائی کو حدیث کی سند واجازت عطا فرمائی۔ حالانکہ ابھی آپ محض چودہ سال کے تھے اس بنا پر آپ کے والد نے اعتراض بھی کیا۔

تذکرہ نگار لکھتے ہیں۔

مولانا کے والد ماجد نے سید علی وتری رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا کہ میرے اس بچہ نے تو ابھی تک عربی شروع بھی نہیں کی ہے؟ محدث موصوف نے جواباً ارشاد فرمایا کہ میں نے ان کو اس طرح سند دی ہے جس طرح حافظ ابن حجر عسقلانی حافظ سیوطی (رحمہما اللہ) کو اجازت مرحمت فرمائی تھی۔۷

دوسرا سفر اور مشائخ کبار سے ملاقات واجازات:

۱۳۲۱ھ میں ایک بار پھر حرمین شریفین سمیت بغداد و بصرہ کا سفر فرمایا۔ تمام مقامات مقدسہ میں اطمینان سے حاضری دی اور اس دیار کے کبار علماء ومشائخ کرام سے ملاقات اور علمی استفادہ کیا۔ بغداد شریف کی حاضری کے دوران فرزند غوث پاک نقیب الاشراف سید عبدالرحمن گیلانی علیہ الرحمہ نے اجازت سلاسل کے علاوہ سند حدیث بھی مرحمت فرمائی۔

چونکہ ۱۳۲۱ھ شہر شعبان ہی میں آپ نے رخت سفر باندھا تھا اس لئے مقامات طیبہ کی زیارت کے بعد شروع ذی الحجہ میں حج کے لئے تشریف لے گئے حج سے فارغ ہونے کے بعد مدینۃ الرسول حاضر ہوئے اور سبز گنبد کے ملکوتی سایوں میں خوب اکتساب فیض کیا۔ اس دوران محدث وقت حضرت سید علی وتری رحمۃ اللہ علیہ سے درس حدیث بھی لیا اور ان سے و دیگر اجلۂ علماء سے سند حدیث بھی حاصل کی اور ایک طویل مدت تک انوار رسول وتجلیات ربانی سے مالا

مال خطے میں قیام کرنے کے بعد یکم رمضان المبارک ۱۳۲۲ھ میں وطن واپس ہوئے۔ ۸ ۔

مولانا کا مسلک اور عقائد ونظریات

مولانا کی پوری زندگی مذہب حقہ کے اثبات اور فقہ حنفی کی اشاعت میں گذری۔ آپ اپنی تحریر وقلم کے ذریعہ تاحیات اعدائے دین اور گستاخان رسول کی سرکوبی کرتے رہے حتی کہ وقت کے ایک زبردست سیاسی قائد ہونے کے باوجود اپنے عقائد ونظریات کے تصلب میں کوئی حرف نہیں آنے دیا۔

ہمیں سخت حیرانی ہوتی ہے مولانا کے ان بدخواہوں پر جو دوایک فروعی اختلاف کولیکر مولانا جیسے اہل سنت کے تاجدار کے عقائد ونظریات کومشکوک وشکستہ بنانے کی کوشش کررہے ہیں اللہ تعالی بہتر جانتا ہے کہ ان حرکتوں کے پس پردہ کونسا جذبہ کارفرما ہے مگر اس اس طرح کی غلط ذہنی پرورش سے ملت کو جو خسارہ ہورہا ہے وہ محتاج بیان نہیں۔

مولانا کے عقائد ونظریات کے تعلق سے کسی صفائی پیش کرنے کی حالانکہ قطعی کوئی ضرورت نہیں تاہم شک وارتیاب کے شکار ذہنوں کی صفائی تسکین قلب کے لئے اس کا ذکر مناسب سمجھتا ہوں۔

اس وقت ''فتاویٰ قیام الملت والدین حصہ اول'' کا ایک پرانا نسخہ میرے پیش نظر ہے جو فرنگی محل کے اکابر علماء کے فتوؤں پر مشتمل ہے جس کی جمع وترتیب کا کام خود مولانا نے انجام دیا تھا۔ اس میں مولانا نے ایک خاص رعایت یہ برتی ہے کہ جہاں کہیں آپ کو کچھ کمی نظر آئی یا کچھ تردد ہوا تو اس کے آگے ''جامع الفتاویٰ'' کا نوٹ لگا کر تسلی بخش وضاحت فرمادی ہے۔

پیش ہے فتاویٰ قیام الملت کی روشنی میں مولانا کے افکار وعقائد کی چند جھلکیاں۔

۱- جو شخص اس بات کا قائل ہو کہ خدا تعالی کا جھوٹ بولنا ممکن ہے وہ کافر ہے۔ ص/ ۲۷۳

۲- جو شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبی آنے کو ممکن قرار دے کافر ہے۔ ص/ ۳۷

۳- رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام متعلقات کی توہین کفر ہے: ص ۱۶۷

۴- نبی اکرم صلی اللہ علیہ اسلم کو بعطائے الٰہی علم غیب حاصل تھا بلکہ جمیع ما کان وما یکون کا علم

آپ کو دیا گیا۔ ص/ ۱۹۰ / ۶۹

۵- انبیاء اور اولیاء کو علم غیب سے بالکل خالی سمجھنا معاذ اللہ کفر سے خالی نہیں کیونکہ اس سے بعض آیات قرآنیہ ووسعت قدرت کا انکار لازم آتا ہے۔ ص/ ۷۷

۶- اہل سنت وجماعت کے نزدیک صراحتاً ثابت ہے کہ حق سبحانہ تعالی نے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو اولین، آخرین، ماضی، مستقبل، بدء خلق تا قیامت، ما کان وما یکون بلکہ تمام جزء اور کل کا علم عطا فرمایا ہے۔ ص/ ۴۷

۷- حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے شفیع ہونے میں شک کرنے والا یا تو دشمن رسول ہے یا ملحد وبے دین ہے یا پھر زندیق ہے۔ ص/ ۷۸

۸- میلاد شریف کو کسی کے جنم دن وغیرہ سے تشبیہ دینا کفر ہے۔ ص/ ۱۶۷

۹- قیام بوقت ذکر ولادت خیر الانام جائز ومستحسن ہے اور احادیث سے ثابت ہے۔ ص/ ۹۷

۱۰- مزار پر چادر فاتحہ اور مٹھائی پیش کرنا مستحسن ہے۔ ص/ ۱۷۷

۱۱- اثار بزرگان وتبرکات کی تعظیم جائز ہے۔ ص/ ۱۸۲

۱۲- مصنف تقویۃ الایمان نے بلاشبہ (مولوی اسماعیل دہلوی) توہین رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے۔ ص/ ۱۹۰

۱۳- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین مؤمن تھے۔ ص ۱۹۴

۱۴- انبیاء کرام علیہم السلام اور ملائکہ کے سوا کوئی بھی معصوم عن الخطا نہیں ص/ ۲۷۵

۱۵- خلیفۂ برحق علی الترتیب سیدنا صدیق اکبر پھر سیدنا عمر فاروق، پھر سیدنا عثمان غنی، پھر سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنھم ہیں۔ ص ۲۰۳

۱۶- حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ کے سلسلے میں بدظنی سے زبان اور دل کو بچانا واجب ہے۔ ص/ ۲۵۸

۱۷- جو شخص یزید پلید کو امام برحق اور سید الشہداء کو باغی کہے، گمراہ وگناہ گار ہے اس پر توبہ

واجب ہے۔ص/ ۲۱۲

۱۸- نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے نور ہیں یہی عقیدہ صحیح ہے۔ص/ ۳۰

۱۹- بحق نبی دعا میں کہنا بمعنی وسیلہ کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم سے ثابت ہے۔ ص/ ۳۰

۲۰- عبدالنبی، عبدالرسول نام رکھنا جائز ہے ص/ ۳۷۸

۲۱- حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو دافع البلاء والوباء، والقحط والمرض والالم کہنا بالکل جائز ہے اور درود تاج کے تمام مندرجات درست ہیں۔ص/ ۸۱

۲۲- ذکر مولود شریف بدعت سیۂ ہر گز نہیں بلکہ امر مندوب ہے۔ص/ ۸۶

۲۳- قیام بوقت صلوٰۃ وسلام کو جو لوگ بدعت سیہ کہتے ہیں وہ خطا کرتے ہیں۔ص/ ۱۰۱

۲۴- نام اقدس سن کر دونوں انگوٹھے چوم کر آنکھوں سے لگانا مستحب ہے۔ص/ ۱۰۷

۲۵- جو شخص میلاد شریف کی توہین کرے مسلمانوں کو اس سے پرہیز کرنا چاہئے۔ص/ ۱۰۶

۲۶- فرقہ وہابیہ فرقہ مفسدین اس کے پیچھے نماز درست نہیں۔اپنے عقائد کے تحفظ کے لئے ان کے ساتھ مخالطت اور مجالست اور ان کو اپنی مسجد میں آنے دینا جائز نہیں ص/ ۲۷۲ / ۲۷۳

۲۷- حقیقت کی آگاہی کے بغیر کسی پر لعن طعن کرنا الزام لگانا وہابی اور بے ایمان کہنا ہر مسلمان کے حق میں کبیرہ ہے۔ص/ ۳۱۹

تدریسی خدمات اور تلامذہ

فرنگی محل اس وقت مرکز علم وفن بنا ہوا تھا۔ دور دراز مقامات سے طلبہ تحصیل علوم کیلئے یہاں کثرت سے آیا کرتے تھے اور آپ نے ان کی علمی تشنگی کی تسکین کے لئے مدرسہ ''نظامیہ'' قائم کر رکھا تھا۔جس میں دینی علوم کے ساتھ ساتھ عصری علوم بھی پڑھائے جاتے تھے۔اور آپ بذات خود اس میں درس دیا کرتے تھے۔جس کی بدولت یہ مدرسہ چند ہی ایام میں اپنی شہرت کی معراج کمال تک پہنچ گیا اور دیکھتے ہی دیکھتے ملک وبیرون ملک میں آپ سے اکتساب

فیض کرنے والوں کی ایک بڑی جماعت تیار ہوگئی جن کی علمی نشانیاں آج بھی موجود ہیں۔

آپ کے تلامذہ دائرہ شمار سے اس لئے باہر ہے کہ نہ آپ نے اس کی باضابطہ کوئی فہرست مرتب فرمائی تھی اور نہ کبھی اس کی ضرورت محسوس کی البتہ آپ کے تذکرہ نگاروں نے اپنی معلومات کے مطابق جو فہرست ترتیب دی ہے وہ کافی طویل ہے جس میں اکثریت ایسے علماء وفضلاء کی ہے جن کی علمی خدمات سے اسلامی دنیا کا بیشتر حصہ مالا مال ہے۔ چند معروف اسماء یہ ہیں۔

مولانا عبدالقادر صاحب فرنگی محلی، مولانا قطب میاں صاحب فرنگی محلی، محدث اعظم ہند مولانا سید محمد اشرفی کچھوچھوی، مولانا سید محی الدین اشرف کچھوچھوی، مولانا عبدالحمید صاحب بنگلہ دیشی، مولانا غلام جیلانی صاحب اعظمی، مولانا سید نور الحسن صاحب اجمیری، مولانا سید محمد احمد صاحب اجمیری، مولانا محمد میاں صاحب الہ آبادی، مولانا شاہ حیات احمد صاحب ردولوی وغیرھم۔

تصانیف:

مولانا نے اپنے پیچھے مختلف موضوعات پر مشتمل علمی تصنیفات کا ایک عظیم ذخیرہ چھوڑا ہے۔تذکرہ علماء فرنگی محل کے مؤلف نے آپ کی تصنیفات کی ایک نا تمام فہرست پیش کی ہے جو حسب ذیل ہیں۔

علم صرف (۱) تحفۃ الاخوان (۲) ہدیۃ الخلان[۱] (۳) المنتخب (۴) سلسلۃ الذہب (۵) تسہیل الصرف (۶) جامع الفوائد (۷) ارتقاء الشرف (۸) مقدمۃ الصرف (۹) شرح ہدایۃ الصرف (۱۰) شرح فصول اکبری

علم نحو (۱۱) نور الصباح شرح المصباح (۱۲) ہدیۃ الطلبہ (۱۳) شرح ہدایۃ النحو (۱۴) حاشیہ الفیہ

حکمت (۱۵) تحفۃ الاصحاب (۱۶) عین الصواب (۱۷) حاشیۃ النافعہ علی ظفرۃ الزاویہ[۲] (۱۸) رسالہ فی الہیئۃ القدیمہ والجدیدہ

منطق (۱۹) اعتصام الاذہان (۲۰) شرح الایساغوجی (۲۱) تقریب الاذہان

۱ـ ہدیۃ الخلافت ۲ـ حاشیۃ نافعہ علی ظفر الذاہب (حیات وخدمات۔از نزہت فاطمہ)

فقہ (۲۲) الانصاف فی الاوقاف (۲۳) الدررالفاخرہ للذریۃ الطاہرہ (۲۴) العمل المغفور (۲۵) رحمۃ الغفور (۲۶) خیرالزاد (۲۷) الفیض الرحمانی (۲۸) قرۃ العین (۲۹) حیات اولی الاالباب (۳۰) الخطر (۳۱) رسالہ فی تحقیق الجزیہ (۳۲) احقاق السماع (۳۳) احسن القربات (۳۴) رجم الشیطان (۳۵) غایۃ المامول (۳۶) القول المؤید (۳۷) کشف الحال (۳۸) طعن الانسان (۳۹) التعلیق المختار (۴۰) رسالہ فی مسائل الطہارۃ (۴۱) ذب الطاعنین[۱] (۴۲) خیرالدعا (۴۳) الحرز المصنون (۴۴) رحمۃ الامۃ (۴۵) صرع الجان (۴۶) فتاویٰ قیام الملت والدین (۴۷) تعلیق الازہار (۴۸) البیان المسلم فی ترجمۃ الکلام المبرم فی نقص القول المحکم (۴۹) العمل الماجور بترجمۃ المبرور فی رد القول المنصور (۵۰) الحج المغفور بترجمۃ السعی المشکور فی رد المذہب الماثور (۵۱) محاسن جمیلہ (۵۲) سوق الایمان[۲] (۵۳) رسائل متعلق ذبیحۃ البقر (۵۴) الاصلاح

فرائض (۵۵) کتاب الفرائض (۵۶) حاشیۂ سراجیہ (۵۷) الاظہار فی توریث الاماء والاصہار

کلام (۵۸) غایۃ الکلام (۵۹) زبدۃ الفرائد (۶۰) کتاب العقائد (۶۱) سائنس وکلام

اصول فقہ (۶۲) ملہم الملکوت شرح مسلم الثبوت (۶۳) نہایۃ الانکشاف فی درایۃ الاختلاف (۶۴) اعجاز الابصار شرح المنار

حدیث (۶۵) الآثار المحمدیہ (۶۶) الآثار المتصلہ (۶۷) الدرہ الباہرہ فی الاحادیث المتواترہ (۶۸) شفاء الصدور (۶۹) راحۃ الفواد (۷۰) الارشاد فی الاسناد (۷۱) الباقیات الصالحات (۷۲) الہیاکل المعنویہ فی شمائل النبویہ (۷۳) اربعین حدیث (۳عدد) (۷۴) آثار الامامۃ (۷۵) الاربعین الزاجرہ فی الحوادث الحاضرہ (۷۶) المذہب المؤید بما ذہب الیہ احمد (۷۷) ہدیۃ الطیبہ لصلۃ ابن ابی شیبہ (۷۸) الذہب عن ابی حنیفہ بما طعن بہ ابن قتیبہ

تفسیر (۷۹) فیض القادر تفسیر آیۃ الفاخر (۸۰) بیان القرآن (۸۱) تفسیر الطاف الرحمن

۱؎ ذب الطاغین۔ ۲؎ صوت الایمان (حیات وخدمات از: نزہت فاطمہ)

سیر (۸۲) تنویر الصحیفہ (۸۳) شہادت الحسین (۸۴) تنشیط المحبین (۸۵) رسالہ فی الوفات (۸۶) رسالہ فی المعراج (۸۷) مختصر التاریخ (۸۸) اصول التاریخ (۸۹) الاثار الاول (۹۰) تحفۃ الاخلاء (۹۱) جلاء الابصار (۹۲) الھدایۃ المنیفہ (۹۳) الرحلۃ الوافیہ (۹۴) الرحلۃ الحجازیہ (۹۵) حسرت المستر شد لوصال المرشد (۹۶) عرس حضرت بانسہ (۹۷) ملفوظ حضرت سید السادات (۹۸) مقدمۃ التعلیق المختار علی کتاب الآثار (۹۹) تسہیل المنہج فی اسماء رجال کتاب الحج (۱۰۰) مقدمہ حاشیہ سیر صغیر وسیر کبیر

تصوف وسلوک (۱۰۱) افضل الشمائل (۱۰۲) سبیل الرشاد[۱] (۱۰۳) رسالۃ النصیحہ (۱۰۴) نظم الفوائد (۵) محاسن یوسفی (۱۰۶) حاشیہ فصوص الحکم (۱۰۷) رسالہ اذکار واشغال

ادب (۱۰۸) حاشیہ حماسہ (۱۰۹) شرح قصیدہ بردہ۔

ان تصانیف کے علاوہ مختلف کتب درسیہ پر حواشی ہیں جیسے حاشیہ شرح مسلم قاضی، حاشیہ میر زاہد، رسالہ حاشیہ علی حاشیہ غلام یحیٰ، حاشیہ شرح ہدایۃ الحکمۃ، حاشیہ شمس بازغہ، حاشیہ نور الانوار، حاشیہ اصول بزدوی، حاشیہ شرح مشکوٰۃ اور رسالۂ سائنس وکلام جس کی چونتیس جلدیں ہیں ان میں سے صرف ایک جلد شائع ہوئی۔۹؎

اخلاق واوصاف:

آپ حسین ووجیہ چہرہ اور میانہ قدوقامت کے مالک تھے۔ سراپا وقار وتمکنت میں ڈوبا ہوا دیکھنے والا پہلی ہی نظر میں مرعوب ہوجاتا تھا مگر ملنسار اسقدر کہ ایک ہی ملاقات میں آدمی برسوں کی صحبت کا لطف اٹھائے۔

ہر چیز شرعی نقطہ نظر سے دیکھتے اور ہر کام دائرہ شریعت میں رہ کر انجام دیتے۔ سیاست میں حالانکہ آپ کو بلند پائیگی حاصل تھی مگر شریعت اسلامیہ اور قوم وملت کے مفاد کا اتنا خیال کہ اسی کو اپنی سیاست وقیادت کا عنوان خاص بنائے رکھا۔

ہمہ وقت باوضو رہا کرتے نماز پنجگانہ کبھی قضا نہ ہونے دی سوائے ایکبار کے کہ دوران

۱؎ سبیل الارشاد۔ (حیات وخدمات از: نزہت فاطمہ)

سفر ٹرین کہیں رُکی نہیں اور نماز کا پورا وقت رخصت ہو گیا۔ تاہم عمر بھر اس پر اظہار تاسف وندامت فرماتے رہے۔ جماعت کے اس درجہ پابند تھے کہ سفر میں بھی دو آدمی ہمیشہ اس لئے ساتھ رکھتے تاکہ جب کہیں وقت ہو جماعت کے ساتھ نماز پڑھی جاسکے۔ اوراد و وظائف اور نفلی صیام وصلواۃ ترک نہیں کرتے حتی کہ نماز پنجگانہ کے علاوہ شب وروز کی دیگر نفلی نمازیں پوری پابندی سے ادا فرماتے اور تلاوت قرآن سے زبان وقلب تر کرتے رہتے۔

فقراء ومساکین اور محتاجوں کا خاص خیال رکھتے ان کی ضرورتیں پوری کرنے کی کوشش کرتے۔ نادار طلبہ کی حاجت روائی کرتے اور ہمیشہ اس فکر میں رہتے کہ سوال کرنے والا محروم نہ لوٹے۔

آپ جہاں پر ایک زبردست فقیہ، محدث اور عابد شب زندہ دار تھے وہیں بحر سلوک تصوف کے بھی ماہر شناور تھے اور اس باب میں بھی قابل قدر خدمات انجام دیں چنانچہ تقریباً دس کتابیں تصوف کے عنوان پر تصنیف فرمائیں اور طلبہ کو حدیث، تفسیر وفقہ کے ساتھ ساتھ مثنوی مولانا روم اور فصوص الحکم کا بھی درس دیا کرتے تھے جس میں مریدین بھی حاضر رہتے۔

آپ قادری مشرب رکھتے تھے۔ شہنشاہ قادریت حضرت سید عبدالرزاق بانسوی قدس سرہ کے خانوادہ سے فرنگی محل میں قادری سلسلہ آیا تھا اور نسلاً بعد نسل یہاں کے علماء اسی سلسلے میں داخل ہوتے رہے چنانچہ آپ نے اپنے والد ماجد حضرت مولانا عبدالوہاب صاحب انصاری قادری فرنگی محلی سے قادری سلسلے میں بیعت کی اور خلافت واجازت حاصل کی جبکہ وقت کے مشائخ کبار سے مختلف سلاسل کی خلافت واجازت حاصل تھی لیکن قادری مشرب میں مرید کیا کرتے۔

خشیت الٰہی، حب رسول اور اولیاء کرام کی عقیدت سے پوری زندگی معمور تھی۔ مزارات بزرگان پر کثرت سے حاضری دیا کرتے خاص طور سے سلطان الہند خواجہ غریب نواز، شیخ العالم حضرت احمد عبدالحق ردولوی اور فرزند غوث الاعظم حضرت سید عبدالرزاق بانسوی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔ کے آستانے پر سال میں کئی بار تشریف لے جاتے۔ یہاں تک کہ جن دنوں

آپ کا وصال ہوا عرس غریب نواز میں جانے کی تیاری فرما رہے تھے۔

وصال:

قدرت نے زندگی کی ہر چیز آپ کو وافر مقدار میں عطا کی تھی سوائے عمر کے کیونکہ محض اڑتالیس (۴۸) سال کی عمر میں آپ اس دار فانی سے دار جاویدانی کی طرف رحلت فرما گئے اور بہت سے علمی کارنامے تشنۂ تکمیل رہ گئے۔

وفات کا سبب فالج کا شدید اثر بتایا جاتا ہے جس سے علاج بسیار کے باوجود آپ جانبر نہ ہوسکے۔ مولانا عنایت اللہ صاحب لکھتے ہیں "۲ رجب ۱۳۴۴ھ مطابق ۱۷ رجنوری ۱۹۲۶ء روز یکشنبہ کو تقریباً پونے چار بجے سہ پہر کو جبکہ مولانا نماز عصر کے لئے تہیہ فرما رہے تھے دفعتاً داہنے جانب فالج کا شدید حملہ ہوا جس نے ہوش واحساس ظاہری کو زائل کردیا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

۔۔۔۔۔۔۔۔قطب میاں صاحب (صاحبزادہ) کو چار دن قبل اجمیر شریف عرس کی غرض سے آپ نے بھیجا تھا اور خود بھی ۳؍رجب کو روانہ ہونے والے تھے۔ قطب میاں صاحب کو آپ کی حالت کی بذریعہ تار اطلاع دی گئی فوراً قطب میاں صاحب روانہ ہوئے اور وفات سے چند گھنٹے قبل پہنچے مولانا کے حواس ظاہری پر گو فالج کا کامل اثر تھا مگر اس پر بھی نماز کے اوقات میں آخر وقت تک قبلہ رخ ہو کر بایاں ہاتھ اٹھا کر نماز میں مشغول ہوجاتے قطب میاں صاحب کے آنے پر صاحبزادہ والا تبار حضرت میاں سید شاہ ممتاز احمد صاحب قبلہ نے پکار کر فرمایا کہ قطب میاں صاحب آگئے ہیں قطب میاں صاحب کو سینے لگا کر دو تین مرتبہ تھپ تھپایا۔

۔۔۔۔آگے لکھتے ہیں ۔۔۔۔۔۔۔۔تقریباً سوا گیارہ بجے شب کو ۴؍رجب المرجب ۱۳۴۴ھ مطابق ۱۹؍جنوری ۱۹۲۶ء روز سہ شنبہ (شب چہار شنبہ) کو حضرت نے رحلت فرمائی ۔شہر بھر میں ایک تہلکہ اور کہرام تھا صبح کو بعد فجر سے غسل شروع ہوا اور ۱۰؍بجے کے قریب جب جنازہ تیار ہوا اول حضرت مخدوم شاہ مینا قدس سرہٗ پر لے گئے اور وہاں حضرت قطب

میاں صاحب نے نماز جنازہ پڑھائی اس کے بعد باغ حضرت مولانا انوار الحق کے متصل سڑک پر دوبارہ جناب حکیم مولوی وہاج الحق صاحب نے نماز پڑھائی جن لوگوں نے نماز میں شرکت کی ان کی تخمینی تعداد ۲۵۔۳۰ ہزار سے زائد تھی۔ اس دن عام اہل اسلام کی دوکانیں اور تمام مدارس اسلامیہ، سرکاری منڈی سب بند تھی تقریباً پونے چار بجے دفن واقع ہوا اور چار بجے کے قریب ہم لوگ واپس ہوئے۔ مٹی دینے کا سلسلہ دوسرے دن تک جاری رہا۔ ۱۰۔

مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی ہشت پہلو زندگی کا یہ ایک اجمالی خاکہ ہے جو ہم نے پیش کیا ورنہ اگر شرح وسبط کے ساتھ اس کا جائزہ لیا جائے تو ایک ضخیم کتاب تیار ہونے سے کوئی امر مانع نہیں ہوگا۔

تاہم مولانا کے عقائد ونظریات، مسلک ومشرب اور معمولات کیا تھے اس مختصر سی تحریر سے بخوبی عیاں ہیں۔ مولیٰ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں مولانا کی خدمات جلیلہ کو عام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد وآلہٖ واصحابہ اجمعین

گدائے شیخ العالم

محمد احمد رضا اشرفی مصباحی حنفی دیناجپوری

خادم التدریس والافتاء جامعہ چشتیہ خانقاہ شیخ العالم علیہ الرحمہ

ردولی شریف فیض آباد یوپی

۳۰؍ربیع الاول ۱۴۳۲ھ

۶؍مارچ ۲۰۱۱ء بروز اتوار

مآخذ

۱۔ مولانا عبدالباری حیات وخدمات از نزہت فاطمہ ص ۹۔

۲۔ تذکرہ علماء فرنگی محل از مولانا عنایت اللہ فرنگی محلی ص ۱۰۶۔

۳۔ ایضا

۴۔ مولانا عبدالباری فرنگی محلی حیات اور خدمات ۱۰۔

۵۔ تذکرہ علماء فرنگی محلی ص ۱۰۷۔

۶۔ ایضا

۷۔ ایضا

۸۔ ملخص از تذکرہ علماء فرنگی محل

۹۔ ایضا ص ۱۱۶ / ۱۱۷

۱۰۔ ایضا ص ۱۱۲ / ۱۱۳

نوٹ مولانا کا مسلک اور عقائد ونظریات فتاوای قیامیہ سے ماخوذ ہیں۔

حق حق حق

امام اعظم رضی اللہ عنہ: ایک اجمالی تعارف

نحمدہٗ و نصلی و نسلم علی رسولہ الکریم۔

نیر برج علم وحکمت، غواص بحر شریعت وطریقت، امام الائمہ، شمس الامہ، حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی ذات عالی مرتبت اس زمین پر یقیناً اللہ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک معجزہ اور دین اسلام کی ایک حجت باہرہ ثابت ہوئی ہے۔

کبار ائمہ ومحدثین نے آپ کی بارگاہ میں خراج عقیدت پیش کیا، علمی جلالت اور شان فقاہت کی داد دی اور عقل کی حدت وفکر کی وسعت پر عش عش کر اٹھے حتیٰ کہ بڑے بڑے ناقدین نے آپ کے فضائل ومناقب میں کتابیں لکھ ڈالیں۔ جبکہ میزان تنقید پر انھیں تولنے میں کوئی کسر بھی نہیں چھوڑی۔

ائمہ اربعہ میں سے آپ پر جس کثرت سے کتابیں لکھی گئیں دوسروں کو اس میں کم حصہ ملا ہے۔ مولانا شبلی نعمانی نے اسلام کے معتمد اور شہرۂ آفاق محققین کی طرف سے آپ پر لکھی جانے والی کتابوں کی ایک مجمل فہرست تیار کی ہے جس میں مندرجہ ذیل کتابوں کا ذکر ہے۔

۱-	عقود المرجان	امام احمد بن محمد صحاوی المتوفی ۳۲۱ھ
۲-	قلائد عقد الدرر والعقیان	// // // //
۳-	مناقب النعمان	امام محمد بن احمد بن شعیب المتوفی ۳۵۷ھ
۴-	مناقب النعمان	شیخ ابوعبداللہ الصمیری المتوفی ۴۳۶ھ
۵-	مناقب النعمان	ابوالعباس احمد بن ا لصلت المتوفی ۳۰۸ھ
۶-	شقائق النعمان فی مناقب النعمان	علامہ جار اللہ زمخشری المتوفی ۵۳۸ھ

۷-	مناقب النعمان	موفق الدین احمد خوارزمی المتوفی ۵۶۸ھ
۸-	کشف الآثار	امام عبداللہ بن محمد الحارثی
۹-	مناقب النعمان	امام ظہیر الدین المرغینانی المتوفی ۵۰۶ھ
۱۰-	مناقب النعمان	امام محمد بن محمد الکردری المتوفی ۸۶۷ھ
۱۱-	کتاب الانتہا فی مناقب الثلث الفقہا	قاضی ابن عبدالبر المتوفی ۴۶۳ھ
۱۲-	مناقب النعمان	ابن ابی العوام علامہ ذہبی
۱۳-	الموہب الشریفہ	
۱۴-	بستان فی مناقب النعمان	شیخ محی الدین عبدالقادر القرشی المتوفی ۷۷۵ھ
۱۵-	تبیض الصحیفہ	حافظ جلال الدین سیوطی
۱۶-	عقود الجمان فی مناقب النعمان	محمد بن یوسف بن علی الدمشقی
۱۷-	الخیرات الحسان فی مناقب النعمان	حافظ ابن حجر مکی
۱۸-	قلائد عقود العقیان	
۱۹-	مناقب النعمان	شمس الدین احمد بن محمد الستواسی۔
۲۰-	مناقب امام اعظم رسالہ فی فضل ابی حنیفہ	شیخ ابوسعید عتیق بن داود الیمانی
۱۲-	نظم الجمان	شیخ صارم الدین ابراہیم بن محمد بن دقماق المتوفی ۸۰۹ھ
۲۲-	مناقب الامام الاعظم	مولانا محمد کامی افندی قاضی بغداد المتوفی ۱۱۳۶ھ
۲۳-	مناقب الام الاعظم	مستقیم زادہ سلیمان سعد الدین افندی،

(از سیرۃ النعمان)

کتب فقہ کے اکثر مصنّفین نے مقدمات کتب میں آپ کا تذکرہ کیا ہے علاوہ ازیں اردو زبان میں آپ کی حیات وخدمات پر لکھی جانے والی مبسوط وغیر مبسوط کتابیں حد شمار سے متجاوز ہیں۔

نام ونسب اور پیدائش:

نام نعمان باپ کا نام ثابت کنیت ابوحنیفہ لقب الامام الاعظم کنیت اور لقب ہی سے زیادہ مشہور ہیں۔

شجرہ نسب اس طرح ہے نعمان بن ثابت بن زوطی بن ماہ، علامہ سیوطی نے یوں بیان کیا ہے ''نعمان بن ثابت بن نعمان بن مرزبان بن ثابت بن قیس بن یزدگرد بن شہر یار بن نوشیرواں عادل بادشاہ'' علامہ ابن حجر مکی کے نزدیک یہ ہے ''ابن ثابت ابن زوطی ابن ماہ'' خطیب بغدادی نے امام کے پوتے اسماعیل بن حماد کی زبانی نقل کی ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ میں اسماعیل بن حماد بن نعمان بن ثاب بن نعمان بن مرزبان ہوں۔

امام صاحب کے دادا کے نام میں جو اختلاف پایا جاتا ہے اس کے متعلق شبلی لکھتے ہیں کہ۔

اسماعیل نے امام صاحب کے دادا کا نام نعمان بتایا اور پردادا کا نام مرزبان حالانکہ عام طور پر زوطی اور ماہ مشہور ہے۔ غالباً جب زوطی ایمان لائے تو ان کا نام نعمان سے بدل دیا گیا۔ اسماعیل نے سلسلہ نسب کے بیان میں زوطی کا وہی اسلامی نام لیا اور حمیت اسلام کا مقتضا بھی یہی تھا۔ زوطی کے باپ کا اصل نام غالباً کچھ اور ہوگا اور ماہ اور مرزبان لقب ہوں گے۔ کیونکہ اسماعیل کی روایت سے اس قدر اور بھی ثابت ہے کہ ان کا خاندان فارس کا ایک معزز اور مشہور خاندان تھا۔ فارس میں رئیس شہر کو مرزبان کہتے ہیں۔ اس لئے نہایت قرین قیاس ہے کہ ماہ اور مرزبان لقب ہیں نہ کہ نام۔ حافظ ابوالمحاسن نے قیاس لگایا ھیکہ ''ماہ اور مرزبان ہم معنی الفاظ ہوں گے'' انھوں نے قیاساً کہا، کیونکہ وہ فارسی زبان نہیں جانتے تھے، لیکن میں یقیناً کہتا ہوں کہ درحقیقت ماہ اور مرزبان کے ایک معنی ہیں۔ ماہ دراصل وہی ماہ ہے، جس کے معنی بزرگ اور سردار کے ہیں مشہور مصرعہ ہے ''نہ کہ راہ منزلت ماند نہ مہ راہ'' عربی لہجہ نے مہ کو ماہ کردیا۔ (سیرۃ النعمان)

آپ کی پیدائش کس سن میں ہوئی اس بارے میں قدرے اختلاف ہے محققین علماء نے اس سلسلے میں تین اقوال ذکر کئے ہیں۔

۱۔ قول اول یہ ہے کہ آپ کی ولادت ۸۰ھ میں ہوئی۔ امام ذہبی، امام سیوطی، امام ابن حجر مکی امام ابونعیم فضل بن دُکین، امام ابن جوزی، امام عبدالقادر بن ابی وفا قرشی نے اسی کو قبول کیا ہے۔ خطیب بغدادی نے بھی اسماعیل بن حماد بن ابوحنیفہ سے اسی کو نقل کیا ہے کہ میرے دادا ۸۰ھ میں پیدا ہوئے۔ کہا جاتا ہے کہ جمہور کے نزدیک یہی قول مختار ہے۔

۲۔ قول ثانی یہ ہے کہ آپ کی پیدائش ۷۰ھ میں ہوئی۔

امام ابوالقاسم سمنانی، امام ابن حبان، امام سمعان اور امام بدرالدین عینی وغیرہ نے اسی قول کو محقق مانا ہے۔

مشہور عالم مولانا سید تراب الحق قادری پاکستانی نے اپنی کتاب ''امام اعظم'' میں یہ اقتباس نوٹ کیا ہے۔

حضرت امام اعظم ۷۰ھ میں پیدا ہوئے سن ولادت میں اختلاف ہے علامہ کوثری مصری علیہ الرحمہ نے ۷۰ھ کو دلائل وقرائن سے ترجیح دی ہے۔ آپ ۸۷ھ میں اپنے والد کے ساتھ حج کو گئے وہاں صحابی رسول حضرت عبداللہ بن الحارث رضی اللہ عنہ کی زیارت کی اور ان سے حدیث سنی ۹۶ھ میں پھر حج کو گئے اور جو صحابہ زندہ تھے ان سے ملے۔ (سوانح بے بہائے امام اعظم: ۹۶ بحوالہ مقدمہ انوارالباری)

۳۔ قول ثالث یہ ہے کہ آپ کا سال پیدائش ۶۱ھ ہے۔

امام مزاحم اور ابومعشر طبری وغیرہ نے اس کی توثیق کی ہے۔ علامہ بدرالدین عینی، ابن حجر مکی، ابن ابی الوفا قرشی اور ابن خلکان سمیت بہت سے محققین علماء نے اس کو نقل کیا ہے مگر قیل کہکر اس کی تضعیف ظاہر فرمادی ہے۔ واضح رہے کہ آپ کا گھر اور مسکن کوفہ تھا اور آپ نسلاً عجمی تھے۔

تحصیل علم:

جس زمانہ میں امام صاحب کی ولادت ہوئی تھی کوفہ مختلف علوم وفنون کا سرچشمہ بنا ہوا تھا اور عروج وارتقاء کی پیشانی پر اس کی سنہری کرنیں چمک رہی تھیں۔ اس لئے عمر کا قافلہ جب منزل شعور تک پہنچا تو امام بھی اس سے متمتع ہوئے اور ابتدائی تعلیم کی تحصیل کی طرف متوجہ ہوئے مگر زیادتی رغبت رفاقت نہ کی لھذا ابتدائی تعلیم کے بعد آبائی پیشہ تجارت میں منہمک ہوگئے۔

لیکن قدرت کو تو کچھ اور ہی منظور تھا۔ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت کی تشریح مختلف شکل میں ہونی تھی۔ دنیا کو تفہیم قرآن کی لذت اور تعبیر حدیث کی حلاوت سے آشنا ہونا تھا۔ چنانچہ چہرہ والضحیٰ کی رونق اور زلف واللیل کے پرتو کی ایک جداگانہ شکل امام اعظم ابوحنیفہ کے نام سے ظاہر ہوئی۔

فیاض مطلق نے امام اعظم کو جس قدرتی ذہانت اور فکری وسعت سے نوازا تھا اس کے

آثار جبین ماتھے پر عیاں تھے۔

بالائے سرش زہوش مندی　　می تافت ستارہ بلندی

حضرت امام شعبی علیہ الرحمہ جیسے جوہر شناس مرد نے اس سعادت بختی کو ملاحظہ کر کے آپ کے افکار وخیالات کو مہمیز کیا اور یوں آپ کی زندگی علمی انقلاب کے طوفان سے لذت آشنا ہوتی چلی گئی یہاں تک کہ جس علم کی طرف توجہ کی اس کے امام کہلائے۔

واقعہ یہ بیان کیا جاتا ہے کہ ’’ایک دن آپ بازار جا رہے تھے امام شعبی جو کوفہ کے مشہور امام تھے۔ان کا مکان راہ میں تھا۔سامنے سے نکلے تو انھوں نے یہ سمجھ کر کہ کوئی نوجوان طالب علم ہے پاس بلالیا اور پوچھا کہ کہاں جا رہے ہو؟ آپ نے ایک سوداگر کا نام لیا امام شعبی نے کہا میرا مطلب یہ نہ تھا،تم پڑھتے کس سے ہو؟ آپ نے افسوس کے ساتھ جواب دیا کہ کسی سے بھی نہیں۔شعبی نے کہا کہ ’’مجھ کو تم میں قابلیت کے جوہر نظر آتے ہیں،تم علماء کی صحبت میں بیٹھا کرو۔[5]

امام شعبی کی نصیحت نے آپ کے دل میں جگہ بنالی اور پھر اس کے بعد آپ حصول علم میں ہمہ تن مصروف ہو گئے۔

علم فقہ کی طرف توجہ:

تحصیل علم فقہ کی طرف امام کی توجہ سب سے زیادہ کیوں ہوئی اس سلسلے میں علامہ سیوطی ،شافعی نے تاریخ بغداد سے اپنی کتاب ’’تبییض الصحیفہ‘‘ میں دو مشہور قول نقل کیا ہے ذیل میں اس کی تلخیص ملاحظہ ہو۔

خطیب بغدادی نے امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جب میں نے تحصیل علم کا ارادہ کیا تو علوم کو اختیار کرنے اور اس کے انجام و عواقب کے بارے میں لوگوں سے استصواب کیا۔کسی نے کہا۔قرآن حفظ کرلو اور مسجد میں بچوں کو پڑھاؤ مگر کسی کو اتنا آگے نہ بڑھنے دو کہ تمھارے دبدبہ وحیثیت کے لئے خطرہ بن جائے۔میں نے اس بات کو ناپسند کیا۔پھر میں نے حدیث کی سماعت وکتابت اور حفاظت کے بارے میں پوچھا کہ اگر میں اس طرف کوشش کروں تو؟ لوگوں نے کہا کہ جب تم بوڑھے ہو جاؤ

گے اور تمھارا حافظہ کمزور ہو جائے گا تو لوگ تم سے حدیث نہیں لیں گے اور بعد والے کذب سے متہم کریں گے۔میں نے کہا کہ مجھے اس کی کوئی ضرورت نہیں۔لوگوں نے کہا کہ علم نحو حاصل کرو میں نے انجام معلوم کیا تو انھوں نے کہا تین اشرفی یومیہ کما سکتے ہو۔میں نے کہا آخرت میں اس کے لئے کوئی بھلائی نہیں۔پھر انہوں نے کہا کہ شعر گوئی کرو میں نے کہا کہ اس سے کیا فائدہ؟ تو جواب دیا گیا کہ لوگ تمہاری تعریف کریں گے کاندھوں پر اٹھائیں گے اور لباس فاخرہ پہنائیں گے،لیکن اگر کسی کی ہجو و برائی کرو گے تو یقینا عصمت مآبوں پر تہمت لگاؤ گے۔میں نے کہا کہ مجھے اس کی ہرگز کوئی ضرورت نہیں۔پھر میں نے کہا کہ اگر میں علم کلام میں غور وفکر کروں تو اس کا انجام کیا ہوگا؟ انہوں نے جواب دیا کہ علم کلام کے محصلین بدگوئیوں سے محفوظ نہیں رہے۔حتی کہ کسی کو زندیق کہا گیا کسی کو قتل کیا گیا اور کوئی ذلیل خوار ہوا۔میں نے کہا کہ اگر میں علم فقہ حاصل کروں تو اس کے ثمرات کیا ہوں گے؟ تو انھوں نے کہا کہ لوگ تم سے سوال کریں گے،فتویٰ طلب کریں گے،اور عدل وانصاف چاہیں گے اگر چہ تو تم جوان ہو۔اس پر میں نے کہا کہ اس سے بڑھ کر کوئی علم نفع بخش نہیں ہے لہذا میں نے فقہ پر استقامت کر لی اور اسے سیکھنے لگا۔(تبییض الصحیفہ)

مذکورہ عبارت سے ہرگز یہ نہ سمجھا جائے کہ فقہ کے علاوہ دیگر علوم وفنون امام کے دسترس سے باہر تھے بلکہ سچ تو یہ ہے کہ آپ ہر فن کے امام اعظم تھے۔فرق بس اتنا ہے کہ آپ پر فقہ کا غلبہ تھا پھر مفہوم فقہ کے اندر جو جامعیت اور معنویت ہے وہ خود اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ جس آدمی کو علوم مشہورہ متداولہ پر کمال عبور حاصل نہ ہو وہ مسائل شریعہ کے استنباط واستخراج سے دور رہے چہ جائے کہ ایسا شخص اس کے اصول وقواعد دریافت کرے اور مقام اجتھاد پر فائز ہو۔

خطیب بغدادی نے اپنی تاریخ میں یہ روایت بھی بیان کی ہے کہ زفر بن ہزیل کہتے ہیں کہ میں نے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا ’’میں نے علم کلام یعنی منطق وفلسفہ میں اتنا کمال حاصل کیا کہ لوگ میری طرف انگلیوں سے اشارہ کرتے تھے۔میں حضرت حماد کے حلقہ درس میں ان کے سامنے بیٹھا تھا۔ایک دن ایک عورت آئی اور

سوال کیا کہ میرے مرد کی ایک عورت ہے وہ چاہتا ہے کہ اسے سنت کے مطابق طلاق دے اس کی کیا صورت ہوگی؟ امام صاحب فرماتے ہیں کہ مجھ سے اس کا جواب نہیں بنا اور اس سے کہا کہ تم حضرت حماد سے جا کر دریافت کرو اور جو کچھ وہ جواب مرحمت کریں مجھے اس کی اطلاع دو۔ اس عورت نے واپس آکر حضرت حماد کا یہ جواب سنایا کہ مرد عورت کو ایسے طہر کی حالت میں طلاق دے جس میں جماع نہ کیا ہو پھر اس سے علیحدگی رکھے یہاں تک کہ وہ دو حیض سے فارغ ہو کر غسل کرلے اس کے بعد وہ دوسرے سے نکاح کرنے کے لئے حلال ہو جائے گی۔ امام صاحب فرماتے ہیں کہ یہ جواب سن کر میں نے اپنے دل میں کہا کہ علم کلام میرے لئے بے کار ہے اور اسی وقت سے حماد کی مجلس کو اپنے لئے لازم کرلیا وہ جو کچھ فرماتے میں غور سے سنتا اور یاد رکھتا یہاں تک کہ انھوں نے مجھے دوسروں پر فوقیت دی اور اپنے روبرو حلقہ درس میں بیٹھانے لگے۔ میں نے مسلسل دس سال تک ان سے اکتساب علم کیا یہاں تک کہ ایک روز میرے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ اپنا حلقہ الگ قائم کرلوں لیکن میں نے سوچا کہ ان سے جدائی ہرگز سودمند نہیں۔ اسی درمیان حضرت حماد کے ایک رشتہ دار کا بصرہ میں انتقال ہوگیا جس کے وہ تنہا وارث تھے۔ چنانچہ انہوں نے مجھے اپنی جگہ بیٹھایا اور حکم دیا کہ میرے واپس ہونے تک متعلقہ امور انجام دیتے رہو۔ وہ دو مہینے تک اپنی مجلس سے غائب رہے ان کی غیر حاضری میں میرے سامنے ایسے مسائل آئے جن کو میں نے سنا بھی نہیں تھا میں ان کا جواب دیتا اور لکھ کر اپنے پاس محفوظ کرلیتا۔ جب حضرت حماد تشریف لائے تو میں نے وہ مسائل جو تقریباً ساٹھ (۶۰) تھے ان کے ملاحظہ میں پیش کیا۔ انہوں نے چالیس (۴۰) مسائل میں میری موافقت کی اور بیس (۲۰) میں مخالفت۔ اس وقت میں نے یہ ٹھان لیا کہ ان کی مجلس سے کبھی جدا نہ ہوں گا۔ (تبییض الصحیفہ)

امام اعظم کی شان فقاہت:

امام صاحب کی شان فقاہت پر کچھ عرض کرنے سے قبل فقہ کہتے کسے ہیں جان لینا مناسب ہوگا۔ فقہ کے لغوی معنی الشق الفتح، یعنی پھاڑنا اور کھولنا لیکن اصطلاح شرع میں فقہ کی تعریف فقہانے مختلف الفاظ سے کی ہے۔ علامہ زمخشری نے کتاب الحقائق میں اس کی تعریف یہ

کی ہے و الفقه حقیقته الشق الفتح، الفقیه الذی یشق الاحکام ویفتش عن حقائقها ویفتح مایستغلق منها فقہ کے حقیقی معنی ہیں پھاڑنا اور کھولنا، فقیہ وہ ہے جو احکام کا تجزیہ کرتا ہے اور ان کے حقائق کی تفتیش کرتا ہے اور مبہم و مغلق احکام کو کھول کر واضح کرتا ہے۔

علامہ جوہری رقمطراز ہیں الفقه الفهم ثم خص به علم الشریعة یعنی فقہ کے معنی فہم کے ہیں۔ پھر یہ لفظ علم شریعت کے لئے مخصوص ہوگیا۔

ابن منظور افریقی لکھتے ہیں الفقه العلم بالشی و الفهم له وغلب علی علم الدین، یعنی فقہ کسی چیز کے جاننے اور سمجھنے کو کہتے ہیں اور پھر اس کا غالب استعمال علم دین میں ہونے لگا۔ عام کتب فقہ میں فقہ کی تعریف یوں کی گئی ہے، هو العلم بالاحکام الشریعة العملیة المکتسب من ادلتها التفصلیة، یعنی فقہ ان عملی شرعی احکام کا علم ہے جنھیں تفصیلی دلائل سے اخذ کیا گیا ہو۔

مذکورہ تعریفات سے اس کے قائلین کی علمی عظمت اور فقہی جلالت کا اندازہ ہوتا ہے لیکن امام اعظم نے فقہ کی جو تعریف کی ہے وہ آپ ہی کی شایان شان ہے، فرماتے ہیں۔ الفقه معرفة النفس مالها و ماعلیها۔ یعنی فقہ نام ہے نفس کو نفع ونقصان پہنچانے والی چیزوں کو جاننے کا۔ اس کی تعریف کے اندر جو معنوی وسعت ہے اس کی پیمائش ناممکن ہے، کیونکہ نفس کو ضرور پہنچانے والی اشیا کی گنتی شاید ممکن ہو مگر نفع رساں چیزوں کا شمار ناممکن ہے کیونکہ وہ اللہ کی نعمتیں ہیں اور رب فرماتا ہے وان تعدالخ، یعنی اگر تم اللہ کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہو تو نہیں کر سکتے۔ لہذا جب شمار ناممکن ہو تو معرفت کیونکر ممکن ہوسکتی ہے لیکن اس سے ہرگز یہ نہ سمجھا جائے کہ یہ تعریف تکلیف مالا یطاق کی طرف مشیر ہے بلکہ امام صاحب جیسی صاحب علم وعرفان شخصیت سے یہی توقع تھی کہ وہ فقہ کی ایسی تعریف کریں جو علم وعمل دونوں کو جامع ہو جس میں شریعت وطریقت دونوں کی چمک ہوتا کہ فقہا وصوفیا اس سے یکساں طور پر سیراب ہوں۔ اور جستجو کا عمل پابہ رکاب رہے۔

امام اعظم ابوحنیفہ امت محمدیہ کے وہ پہلے فرد ہیں جنہوں نے باضابطہ طور پر فقہی اصول وقواعد مدون کئے اور بعد کے ائمہ وفقہانے انہیں اصول وقواعد کو اپنا مصدر وماخذ بنایا اور اس

امر پر اتفاق کیا ہے کہ امام نے اپنے اصول میں مقاصد شرعیہ کی پاسداری اور اطلاق نص کی پابندی کے ساتھ ساتھ ایک عام انسان کی قدرت وسہولت کے جتنے لوازمات ہو سکتے تھے مثلاً ولایت نفس، شخصی آزادی، حقوق وملکیت کا تحفظ وتصرف، احترام انسانیت، فکر ونظر کی آزادی، عرف وتعامل حاجت وضرورت وغیرہ کی ساری گنجائش روا رکھی ہے جو کہ دوسری جگہ مفقود ہے۔

امام اعظم کی محدثانہ عظمت:

آپ جس طرح گروہ فقہا کے سرخیل اعظم تھے اسی طرح امام المحدثین کے منصب جلیلہ پر بھی فائز تھے۔ ہر چند کہ حاسدین نے آپ پر قلیل الحدیث ہونے کا الزام لگایا ہے اور کہا کہ آپ کو صرف سترہ ۱۷ حدیثیں یاد تھیں مگر سچائی یہ ہے کہ اس فن میں بھی آپ کا کوئی ثانی نہیں تھا۔

علامہ ابن حجر مکی الخیرات الحسان میں لکھتے ہیں کہ "کسی ذہن میں یہ گمان بھی نہ آئے کہ امام ابوحنفیہ کو فقہ کے علاوہ دیگر علوم پر دسترس نہ تھی۔ حاش للہ، آپ علوم شرعیہ، تفسیر وحدیث اور علوم ادب وحکمت میں بحر ناپیدا کنار تھے اور ان میں سے ہر فن کے امام تھے۔

مناقب کردری میں ہے۔ امام عبدالرحمن المقری نے امام اعظم سے نوسو (۹۰۰) حدیثیں سماعت کیں۔ تاریخ بغداد میں ہے بشر بن موسیٰ کہتے ہیں کہ جب امام ابوحنیفہ کے شاگرد امام عبدالرحمن المقری ہم سے امام اعظم کی سند سے کوئی حدیث سناتے تو فرماتے حدثنا شاھنشاہ ، یعنی ہم سے شہنشاہ نے حدیث بیان کی ہے۔ کردری کہتے ہیں کہ محدث مکی بن ابراہیم نے آپ سے دس سال تک علم فقہ وحدیث کا اکتساب کیا۔ امام مکی بن ابراہیم امام بخاری کے استاذ ہیں اور بخاری کی بائیس ثلاثیات میں سے گیارہ ثلاثیات ان ہی سے مروی ہیں۔

خطیب بغدادی نے اپنی تاریخ میں امام اعظم کا یہ قول نقل کیا ہے کہ آپ فرماتے ہیں کہ میں امیر المومنین ابوجعفر (منصور) کے پاس آیا تو انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ اے ابوحنفیہ آپ نے کسی سے علم (حدیث) حاصل کیا؟ میں نے جواب دیا عن حماد عن ابراھیم عن عمر بن الخطاب وعلی بن ابی طالب وعبداللہ بن مسعود وعبداللہ بن عباس یہ سنتے ہی ابوجعفر بول پڑا، بہت خوب، بہت خوب، آپ نے ان مبارک اور طیب وطاہر شخصیتوں کے ذریعہ اپنے علم کو حسب خواہش مضبوط اور پختہ کر لیا ہے۔

امام ذہبی کہتے ہیں کہ آپ سے جن محدثین نے کثیر روایات حاصل کی ہیں وہ حد شمار سے باہر ہیں۔ امام موفق نے امام زفر کے حوالے سے لکھا ہے کہ بڑے بڑے محدثین جیسے زکریا بن ابی زائدہ، عبدالملک بن ابی سلمان، لیث بن ابی سلیم، مطرف بن طریف اور حصین بن عبدالرحمن وغیرہ جیسے جلیل القدر محدثین کو جب احادیث کے بارے میں کوئی دقت پیش آتی تو آپ کی طرف رجوع کرتے۔ مختصر یہ کہ امام صاحب کی محدثانہ عظمت سب کے نزدیک مسلم ہے، کبار محدثین نے آپ کو اس فن کا امام کہا ہے اور آپ کے علم وفضل کے اعتراف میں صفحات کے صفحات سیاہ کر ڈالے ہیں۔

شیوخ واساتذہ:

امام صاحب کے علمی تبحر پر براہ راست جن شیوخ کاملین کا عکس پڑا ہے ان کی فہرست کافی طویل ہے۔ حضرت ابن حجر مکی نے الخیرات الحسان میں امام ابوحفص کبیر کے حوالے سے لکھا ہے کہ آپ کے شیوخ واساتذہ کی تعداد چار ہزار تھی۔ انہوں نے یہ بھی نقل کیا ہے کہ آپ کو چار ہزار تابعین سے شرف تلمذ حاصل تھا۔ علامہ جلال الدین سیوطی نے تبییض الصحیفہ میں ایک مجمل فہرست پیش کی ہے جو درج ذیل ہے۔

(۱) حضرت ابراہیم بن المنتشر (۲) اسماعیل بن عبدالملک بن ابی الصفیر (۳) جبلہ بن سحیم (۴) ابوہند الحارث بن عبدالرحمن ہمدانی (۵) الحسن بن عبداللہ (۶) الحکم بن عتیبہ (۷) حماد بن ابی سلیمان (۸) خالد بن علقمہ (۹) ربیعہ بن ابی عبدالرحمن (۱۰) زبیر الیامی (۱۱) زیاد بن علامہ (۱۲) سعید بن مسروق ثوری (۱۳) سلمہ بن کہیل (۱۴) سماک ابن حرب (۱۵) ابی روبہ شداد بن عبدالرحمن (۱۶) شیبان ابن عبدالرحمن (۱۷) طاؤس بن کیسان (۱۸) طریف بن سفیان سعدی (۱۹) ابوسفیان طلحہ بن نافع (۲۰) عاصم بن کلیب (۲۱) عامر شعبی (۲۲) عبداللہ بن ابی حبیبہ (۲۳) عبداللہ بن دینار (۲۴) عبدالرحمن بن ہرمز اعرج (۲۵) عبدالعزیز بن رفیع (۲۶) عبدالکریم بن فارق بن ابی امیہ بصری (۲۷) عبدالملک بن عمیر (۲۸) عدی بن ثابت انصاری (۲۹) عطا بن ابی رباح (۳۰) عطا بن سائب (۳۱) عطیہ بن سعد عوفی (۳۲) عکرمہ مولیٰ ابن عباس (۳۳) علقمہ بن مرشد (۳۴) علی بن اقمر

(۳۵)علی بن حسن زراد (۳۶)عمرو بن دینار (۳۷)عون بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود (۳۸) قابوس بن ابوظبیان (۳۹) قاسم بن معن بن عبدالرحمن بن عبداللہ بن مسعود (۴۰) قتادہ ابن وعامہ (۴۱) قیس بن مسلمہ جدلی (۴۲) محاب بن وثار (۴۳) محمد بن زبیر حنظلی (۴۴) محمد بن سائب کلبی (۴۵) ابوجعفر محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب (۴۶) محمد بن قیس ہمدانی (۴۷) محمد بن مسلم بن شہاب زہری (۴۸) محمد بن منکدر (۴۹) مخول بن راشد (۵۰) مسلم بن بطین (۵۱) مسلم ملائی (۵۲) معن ابن عبدالرحمن (۵۳) مقسم (۵۴) منصور بن معتمر (۵۵) موسیٰ ابن ابی عائشہ (۵۶) ناصح بن عبداللہ محملی (۵۷) نافع مولیٰ ابن عمر (۵۸) ہشام ابن عروہ (۵۹) ابوعنان ہیثم بن حبیب (۶۰) ولید بن سریع مخزومی (۶۱) یحیٰ بن سعد انصاری (۶۲) یحیٰ بن عبداللہ الکندی (۶۳) یحیٰ بن عبداللہ جابر (۶۴) یزید بن صہیب فقیر (۶۵) یزید بن عبدالرحمن کوفی (۶۶) یونس بن عبداللہ بن ابی جہیم (۶۷) ابوجناب کلبی (۶۸) ابوحسین اسدی (۶۹) ابوزبیر مکی (۷۰) ابوسوار یا ابوسوداء سلمی (۷۱) ابوعون ثقفی (۷۲) ابوفردہ (۷۳) ابومعبد مولیٰ ابن عباس (۷۴) ابویعفور عبدی رضی اللہ عنھم۔

شیخ الاسلام حضرت انوار اللہ شاہ فاروقی حیدر آبادی علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب ''حقیقۃ الفقہ'' میں امام اعظم کے اساتذہ کی جو فہرست پیش کی ہے وہ تقریباً دس (۱۰) صفحات پر مشتمل ہے جس میں انہوں نے کتب حدیث میں ان کی مرویات کی نشاندہی بھی کی ہے۔ نیز امام موفق نے المناقب میں دوسو چوالیس (۲۴۴) اور صاحب عقود الجمان نے تین سو چوبیس (۳۲۴) اسماء ذکر کئے ہیں، جبکہ بعض لوگوں نے یہ بھی کہا ہے کہ امام صاحب کے شیوخ کی تعداد تقریباً دس (۱۰) ہزار تھی واللہ اعلم۔

امام اعظم تابعی تھی:

ائمہ اربعہ میں یہ خصوصیت صرف امام اعظم ہی کو حاصل ہے کہ آپ شرف تابعیت سے مشرف ہیں۔ امام ذہبی، امام موفق، امام کردری، امام ابن حجر مکی اور امام جلال الدین سیوطی وغیرہ ائمہ محققین نے امام کے تذکرہ میں دلائل کے ساتھ اس کی وضاحت فرمادی ہے۔ چونکہ

کتاب ''تنویر الصحیفہ فی تابعیۃ ابی حنفیہ میں علامہ عبدالباری فرنگی محلی نے صرف امام کی شان تابعیت پر ہی بحث کی ہے اس لئے اس سے قصداً اعراض کیا جاتا ہے۔

امام اعظم کا علمی تبحر:

امام اعظم کے علمی تبحر کا اندازہ کرنے سے بڑے بڑے ماہر علم وفن قاصر رہے۔ اس تعلق سے بس اتنا کہنا کافی ہوگا کہ آپ مجلس اجتہاد کے صدر نشین اور جماعت فقہا ومحدثین کے سردار اور قاعد تھے۔ تسکین خاطر کے لئے یہاں دو ایک واقعات کی جھلکیاں پیش ہیں۔

بیان کیا جاتا ہے کہ آپ کے استاد حضرت سلمان بن اعمش سے کچھ مسائل دریافت کئے گئے، اس وقت وہاں حضرت امام اعظم بھی موجود تھے اور آپ ہی نے ان سوالات کا جواب دیا۔ امام اعمش نے حیرت سے امام اعظم سے پوچھا کہ آپ نے یہ مسائل کہاں سے سیکھے؟ تو امام اعظم نے جواب دیا کہ ان احادیث سے جو میں نے آپ سے روایت کی اور پھر وہ تمام احادیث مع اسانید حرف بحرف سنادیں۔ یہ دیکھ کر امام اعمش بے ساختہ بول پڑے، یا معشر الفقھا انتم الاطباء ونحن الصیالۃ انت ایھاالرجل اخذت بکلام الطرفین۔ اے گروہ فقہا تم طبیب ہو اور ہم محدثین عطار ہیں اور اے ابوحنیفہ تم نے تو دونوں کناروں کا احاطہ کرلیا۔ (مناقب النعمان)

ایک شخص کسی بات پر اپنی بیوی سے ناراض ہوا اور قسم کھا کر کہا کہ جب تک تو مجھ سے نہ بولے گی میں تجھ سے کبھی نہ بولوں گا۔ عورت تند مزاج تھی، اس نے بھی قسم کھالی اور وہی الفاظ دُہرائے جو شوہر نے کہے تھے، اس وقت غصہ میں کچھ نہ سوجھا مگر پھر خیال آیا تو دونوں کو نہایت افسوس ہوا، شوہر امام سفیان ثوری کے پاس گیا اور صورت واقعہ بیان کی۔ سفیان نے کہا، قسم کا کفارہ دینا ہوگا اس سے چارہ نہیں وہ مایوس ہوکر اٹھا اور امام ابوحنیفہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور فریاد کی کہ للہ آپ کوئی تدبیر بتائیے۔ اما صاحب نے فرمایا جاؤ شوق سے باتیں کرو۔ کسی پر کفارہ نہیں۔ امام سفیان ثوری کو معلوم ہوا تو نہایت برہم ہوئے اور امام ابوحنیفہ سے جا کر کہا کہ آپ لوگوں کو غلط مسئلے بتادیا کرتے ہیں۔ امام صاحب نے اس شخص کو بلا بھیجا اور کہا کہ تم دوبارہ

واقعہ کی صورت بیان کر جاؤ، اس نے اعادہ کیا، امام صاحب سفیان کی طرف مخاطب ہوئے اور کہا کہ میں نے پہلے جو کہا تھا اب بھی کہتا ہوں، سفیان نے کہا کیوں؟ فرمایا کہ جب عورت نے شوہر کو مخاطب کر کے وہ الفاظ کہے تو عورت کی طرف سے بولنے کی ابتداء ہو چکی تھی۔ پھر قسم کہاں باقی رہی۔ سفیان نے کہا حقیقت میں آپ کو جو بات وقت پر سوجھ جاتی ہے ہم لوگوں کا وہاں تک خیال بھی نہیں پہنچتا۔ (سیرۃ النعمان)

امام اعظم سے کسی نے پوچھا۔ ایک شخص کہتا ہے کہ مجھے جنت کی کوئی امید نہیں، میں اللہ سے نہیں ڈرتا مجھے دوزخ کی کوئی پرواہ نہیں، مردار کھاتا ہوں، نماز میں رکوع وسجود نہیں کرتا میں اس چیز کی گواہی دیتا ہوں جسے میں آج تک نہیں دیکھا میں حق سے نفرت کرتا ہوں اور فتنے سے محبت کرتا ہوں۔ آپ نے اپنے شاگردوں کی طرف دیکھا اور فرمایا اس شخص کی ان باتوں کا کیا جواب ہے؟ بعض شاگردوں نے کہا، ایسا شخص تو کافر ہو گیا بعض خاموش رہے۔ آپ نے اس گفتگو کو اس انداز میں سلجھایا اور فرمایا۔ یہ شخص جنت کی امید نہیں رکھتا صرف اللہ کی ذات کی امید رکھتا ہے۔ جنت سے اللہ کی امید اور محبت بڑھ کر ہے۔ وہ مردار کھاتا ہے یعنی مچھلی ذبح کئے بغیر کھاتا ہے اور بغیر رکوع اور سجود کے نماز ادا کرتا ہے یعنی نماز جنازہ۔ وہ بلا دیکھے گواہی دیتا ہے اس نے اللہ کی ذات کو نہیں دیکھا مگر اس کی ذات کی گواہی دیتا ہے یہ اس قیامت کی بھی گواہی دیتا ہے جیسے اس نے نہیں دیکھا۔ وہ حق سے نفرت کرتا ہے موت حق ہے اور حق سے نفرت کرتا ہے۔ وہ فتنے سے محبت کرتا ہے یعنی اسے اپنی اولاد سے محبت ہے جو ایک فتنہ ہے۔ امام اعظم ابوحنیفہ کی باتیں سن کر وہ شخص اٹھا آپ کے سر کو چوما اور کہا، میں گواہی دیتا ہوں کہ بے شک آپ علم کے سمندر ہیں، ذہانت کے دریا ہیں، میں آپ سے متعلق جو خیالات رکھتا تھا ان سے توبہ کرتا ہوں (امام اعظم ''از سید تراب الحق)

مذکورہ واقعات سے آپ کی علمی جولانی اور نکتہ آفرینی کا ہلکا سا اندازہ کیا جا سکتا ہے جبکہ اس طرح کے سیکڑوں واقعات محققین نے بدلائل بیان کئے ہیں۔

امام اعظم کا تقویٰ:

حضرت امام اعظم کو اللہ تعالی نے جس اعلیٰ مرتبے کا علم عطا فرمایا تھا اس پر عمل کرنے کی

توفیق بھی عطا کی تھی، چنانچہ جہاں ایک طرف آپ وقت کے سب سے برے محدث، فقیہ، مجتھد اور متکلم تھے وہیں دوسری طرف سب سے بڑے زاہد، عابد، عارف اور متقی بھی تھے یہی وجہ ہے کہ صوفیاء عصر تصوف کے دقیق مسائل میں آپ کی طرف رجوع کرتے تھے۔ امام سفیان ثوری نے کہا ہے کہ اگر ابوحنیفہ نہ ہوتے تو میں ریا کے دقائق سے واقف نہ ہوتا اور ہلاک ہو جاتا۔

علامہ جلال الدین سیوطی نے تبییض الصحیفہ میں خطیب بغدادی کے روایت کردہ بہت سے اقوال نقل کئے ہیں ان میں سے چند فردوس نظر ہے۔

خطیب بغدادی، حبان بن موسیٰ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا۔ میں نے عبداللہ بن مبارک کو فرماتے سنا ہے کہ جب کوفہ میں آیا تو میں نے لوگوں سے سب سے متورع اور پارسا شخص کے بارے میں پوچھا کہ وہ کون ہیں؟ انہوں نے کہا کہ، امام ابوحنیفہ ہیں۔

یہی خطیب بغدادی علی بن حفص سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا کہ حفص ابن عبدالرحمن تجارت میں امام ابوحنیفہ کے شریک تھے آپ نے کچھ سامان تجارت دیکر ان کو بھیجا اور انھیں بتادیا کہ فلاں کپڑے کے تھان میں عیب ہے لہذا جب تم فروخت کرو تو بتادینا۔ چنانچہ حفص نے وہ تمام مال فروخت کر دیا اور اس عیب کو بتانا بھول گئے اور یہ بھی نہ جانتے تھے کہ تھان کس کے ہاتھ فروخت کیا ہے۔ جب امام کو اس کا علم ہوا تو آپ نے مال تجارت کی تمام رقم صدقہ کر دیا۔

خطیب نے محمد بن عبدالملک دقیقی سے روایت کی ہے کہ انھوں نے کہا کہ میں نے یزید بن ہارون سے سنا ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے بہت سے لوگوں سے ملاقات کی ہیں لیکن کسی کو بھی امام ابوحنیفہ سے زیادہ عاقل افضل اور متورع نہیں پایا۔ (تبییض الصحیفہ)

امام ابن حجر مکی الخیرات الحسان میں لکھتے ہیں کہ ایک بار کوفہ میں کچھ بکریاں چوری ہوگئیں۔ آپ نے پوچھا۔ بکری زیادہ سے زیادہ کتنے سال زندہ رہ سکتی ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ سات سال۔ آپ نے سات سال تک بکری کا گوشت نہیں کھایا۔ (الخیرات الحسان)

خشیت الٰہی:

آپ کی خشیت الٰہی کا یہ عالم تھا کہ آنکھیں ہمہ وقت اشکبار رہتیں۔ قرآن کی تلاوت

فرماتے تو روتے، نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو جسم پر لرزہ طاری ہو جاتا۔ اسد بن عمرو نے کہا کہ امام ابوحنیفہ کے رونے کی آواز رات میں سنی جاتی یہاں تک کہ آپ کے پڑوس آپ پر ترس کھاتے۔ یزید بن لیث کہتے ہیں کہ امام نے نماز عشاء میں سورہ زلزال تلاوت کی، جب نماز ختم ہوئی تو میں نے دیکھا کہ امام سخت متفکر بیٹھے ہیں اور لمبی لمبی سانسیں لے رہے ہیں، میں وہاں سے چلا آیا اور چراغ وہیں چھوڑ دیا کہ ان کا دھیان نہ بٹے۔ صبح صادق کے وقت میں مسجد آیا تو دیکھا کہ آپ اپنی داڑھی پکڑے ہوئے ہیں اور فرمارہے ہیں ''اے وہ ذات جو ذرہ بھر برائی کے بدلے سزا دیتا ہے اگر نعمان کی جزا تیرے پاس جہنم یا اس سے قریب ہے تو اسے اپنی رحمت میں داخل فرما، راوی فرماتے ہیں کہ جب میں وہاں پہنچا تو چراغ ٹمٹما رہا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ، کیا چراغ لینے آئے ہو؟ میں نے عرض کیا حضور! فجر کی آذان ہو چکی ہے، آپ نے فرمایا جو تم نے دیکھا اسے چھپانا پھر آپ نے عشا کے وضو سے فجر کی نماز ادا کی۔

امام ابو یحیٰی نیشاپوری کہتے ہیں کہ میں نے ساری رات امام ابوحنیفہ کو نماز پڑھتے اور اللہ تعالیٰ کے سامنے گڑگڑاتے دیکھا۔ میں نے دیکھا کہ آپ کے آنسو مصلّی پر بارش کے قطروں کے مانند گر رہے ہیں۔

امام اعظم خود فرماتے ہیں کہ اگر لوگ اپنے معاملات میں درست رہتے تو میں کسی کو فتویٰ نہ دیتا مجھے اس سے بڑھ کر کوئی خوف نہیں کہ میں اپنے کسی فتویٰ کی وجہ سے کہیں دوزخ میں نہ چلا جاؤں اسلئے میں فتویٰ دینے سے پہلے ہزار بار سوچتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں ۔(المناقب للموفق)

ذوق عبادت:

حضرت امام اعظم پر عبادت کا ذوق اس قدر غالب رہتا تھا کہ لوگ دیکھ کر ورطۂ حیرت میں ڈوب جاتے کیونکہ دیگر مشاغل ضروریہ کے علاوہ زندگی کا کوئی بھی لمحہ عبادت و ریاضت سے خالی نہ ہوتا۔ حضرت ابوالاحوص فرماتے ہیں کہ اگر ابوحنفیہ سے کہا جاتا کہ تین دن میں مرجاؤ گے تو ان سے یہ نہ ہوسکتا کہ عمل میں کچھ زیادتی کریں اس لئے کہ جتنے اوقات تھے سب عبادت سے معمور تھے۔(حقیقۃ الفقہ)

علامہ ابن حجر مکی الخیرات الحسان میں امام ذہبی کا قول نقل کرتے ہیں کہ وہ لکھتے ہیں کہ یہ بات بتواتر ثابت ہوئی ہے کہ ابوحنیفہ کو کثرت عبادت اور تہجد و قیام لیل کی وجہ سے لوگ وتد یعنی میخ کہتے تھے۔ اس لئے کہ ان کو جنبش ہی نہ تھی۔ تیس برس تک وہ تہجد کی ایک رکعت میں قرآن ختم کرتے رہے اور یہ بات محفوظ چلی آرہی ہے کہ چالیس سال تک انہوں نے عشاء کے وضو سے صبح کی نماز پڑھی۔(حقیقۃ الفقہ اول)

علی بن یزید کہتے ہیں کہ میں نے رمضان میں ابوحنیفہ کو دیکھا کہ ساٹھ قرآن انہوں نے ختم کئے ہر روز دو قرآن ختم کرتے ایک دن میں اور ایک رات میں۔(ایضاً)

خارجہ بن مصعب نے فرمایا کہ پورے قرآن مجید کو ایک رکعت میں چار شخصوں نے ختم کیا ہے۔(۱) حضرت عثمان غنی۔(۲) حضرت تمیم داری۔(۳) حضرت سعید بن جبیر۔(۴) اور حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہم۔(اخبار ابی حنیفہ واصحابہ)

خطیب بغدادی حماد بن ابی حنیفہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ جب میرے والد ماجد امام ابوحنیفہ نے رحلت فرمائی تو مجھ سے حسن ابن ابی عمارہ نے آپ کو غسل دینے کی اجازت مانگی چنانچہ انہوں نے غسل دے کر کہا۔ یرحمک اللہ و غفر لک، آپ نے تیس سال سے نہ تو افطار کیا اور نہ چالیس سال سے راتوں میں داہنے ہاتھ کو تکیہ تک بنایا۔ یقیناً آپ نے بعد والوں کو مشقت میں ڈال دیا اور قراء قرآن کو (جو راتوں کو سوتے ہیں) رسوا کر دیا(تبییض الصحیفہ)

حسن اخلاق:

امام اعظم حسن کردار کے پیکر جمیل تھے، زندگی کی تمام حرکات وسکنات خلق نبوی کے سانچے میں ڈھلی ہوئی تھیں۔ خلیفہ ہارون رشید نے آپ کے شاگرد حضرت امام ابویوسف سے آپ کے اوصاف ومحاسن کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا قسم خدا کی وہ حرام چیزوں سے سخت پرہیز کرنے والے، دنیادار لوگوں سے سخت اجتناب کرنے والے طویل خاموشی والے، بہت زیادہ فکر کرنے والے، بے ہودہ باتوں سے دور بھاگنے والے اور لایعنی کلام سے نفرت کرنے والے تھے۔ جب ان سے کوئی مسئلہ دریافت کیا جاتا اگر معلوم ہوتا تو جواب

دیتے ورنہ خاموش رہتے ہر طرح سے اپنے دین وایمان کو محفوظ رکھتے۔ غیبت سے بچتے اور جب بھی کسی کا ذکر کرتے بھلائی سے کرتے۔ ہارون رشید نے یہ سن کر کہا صالحین کے اخلاق ایسے ہی ہوتے ہیں۔ (مناقب للذہبی)

بیان کیا جاتا ہے کہ آپ کے پڑوس میں ایک موچی رہتا تھا جو روز شراب پیتا اور رات کو گھر میں خوب اودھم مچاتا محلے والی اس کی اس حرکت سے عاجز تھے ایک بار کسی جرم میں اس کو جیل ہوگئی اور رات کو اس کے چیخنے چلانے کی آواز نہیں آئی۔ امام صاحب نے معلوم کیا تو پتہ چلا کہ وہ جیل میں قید ہے۔ یہ سن کر امام صاحب سخت بےچین ہوگئے اور صبح ہوتے ہی اس موچی کی رہائی کے لئے دارالامارت تشریف لے گئے حاکم کو امام کے آنے کی اطلاع ہوئی تو آپ کی خوب تعظیم وتوقیر کی اور آنے کی زحمت دریافت کی امام صاحب نے وجہ بتائی اور رہائی کی درخواست کی حاکم نے اسے رہا کردیا لیکن جب اسے پتہ چلا کہ میری رہائی کے لئے امام ابو حنیفہ تشریف لائے تھے تو اپنی سابقہ حرکتوں پر سخت نادم ہوا اور بارگاہ امام میں حاضر ہوکر ہمیشہ کے لئے تائب ہوگیا اور آپ کے اس احسان کا خوب ذکر کیا۔ اس پر بھی امام اعظم نے یہی فرمایا کہ بھائی! میں نے تو کچھ بھی نہیں کیا۔ ہاں تمہیں چھڑانے میں مجھے جو دیر ہوئی اس کے لئے مجھے معذور سمجھنا۔ (مناقب للموفق)

اپنی والدہ سے حسن سلوک کا ایسا برتاؤ کیا کہ کبھی ان کو اف تک نہ کرنے دی۔ چونکہ والد بچپن ہی میں انتقال فرماگئے تھے اس لئے آپ کے حسن وسلوک کا جو ایک بیٹے کے لئے ضروری ہے، تمام تر مرجع والدہ ہی تھیں۔ کہتے ہیں کہ آپ کی والدہ کوفہ کے مشہور واعظ عمرو بن ذر کی بہت عقیدت مند تھیں۔ اور جب بھی کوئی مسئلہ درپیش ہوتا تو ان ہی سے دریافت کرتیں۔ ایک بار آپ کی والدہ نے آپ سے اصرار کیا کہ مجھے عمرو بن ذر کے پاس لے چلو میں خود ان سے مسئلہ کا جواب سنوں گی، چنانچہ امام اعظم نے اپنی والدہ کو ایک خچر پر سوار کیا اور لگام پکڑ کر پیدل ساتھ چلنے لگے حالاں کہ عمرو بن ذر کا گھر آپ کے گھر سے کئی میل دوری پر تھا جب کہ آپ کو اچھی طرح معلوم تھا کہ عمرو بن ذر کا علمی مقام کیا ہے مگر پھر بھی اپنی والدہ کی رضا کے

لئے آپ یہ سب کچھ گوارہ کرتے۔ (مناقب للموفق)

شان سخاوت:

ابن حجر مکی نے الخیرات الحسان میں سفیان بن عیینہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ امام ابوحنیفہ کثرت سے صدقہ کرتے ان کو جو بھی نفع ہوتا لٹا دیتے۔ مجھے اس کثرت سے تحفے ارسال کئے کہ مجھے وحشت ہونے لگی میں نے ان کے بعض اصحاب سے اس کا شکوہ کیا تو انہوں نے جواب دیا کہ اگر تم ان تحفوں کو دیکھ لو جو انہوں نے سعید بن عمرو کو بھیجا ہے تو حیرت کروگے۔ امام اعظم نے محدثین میں سے کسی کو نہیں چھوڑا جس پر مہربانی نہ کی ہو۔

امام مسعر فرماتے ہیں کہ جب بھی آپ اپنے یا اپنے گھر والوں کے لئے کپڑا یا میوہ خریدتے تو پہلے اسی مقدار میں علماء ومشائخ کے لئے خریدتے۔ (الخیرات الحسان)

امام موفق لکھتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ تجارت کے نفع کو سال بھر جمع کرتے پھر اس سے اساتذہ ومحدثین کی خدمت میں لباس، کھانا ودیگر ضروریات پیش کرتے اور جو رقم بچ جاتی وہ بطور نذرانہ انہیں دے دیتے اس پر بھی یہی فرماتے کہ میں نے اپنے مال میں سے کچھ بھی نہیں دیا یہ سب مال اللہ کا ہے اس نے اپنے کرم سے مجھے عطا کیا تو میں آپ کی خدمت میں پیش کررہا ہوں۔ (مناقب موفق)

آپ کی سخاوت کا یہ عالم تھا کہ جو کچھ آپ کے پاس تجارت کا منافع ہوتا یا تحفے ہوتے وہ سب مجلس سے جدا ہونے سے قبل صدقہ کردیتے۔ جو طلبہ آپ سے اکتساب علم کرتے ان کی پوری کفالت کرتے حتی کہ ان کے اہل خانہ کو بھی نذر بھیجتے۔ (ایضاً)

عفوودرگذر:

امام اعظم کے علمی رعب ودبدبے کا یہ عالم تھا کہ وقت کے بڑے بڑے علما آپ کے سامنے خاموشی میں عافیت سمجھتے۔ وقار وتمکنت اور ہیبت وجلال کے آگے سب سرنگوں رہتے مگر آپ کی تواضع وانکساری اور حلم وبردباری نہایت حیران کن تھی۔ تکلیف دینے والے تکلیف دیتے مگر آپ نظرانداز فرماتے اور عفوودرگذر سے کام لیتے۔

دوران مناظرہ ایک شخص نے آپ کی سخت گستاخی کی اور آپ کو زندیق و بدعتی کہہ کر مخاطب کیا اس پر آپ نے فرمایا اللہ تجھے بخشے وہ خوب جانتا ہے کہ جو تم نے کہا میں ویسا نہیں اور تمہارے عقائد درست نہیں، میں اس سے اتفاق نہیں کرتا۔ جب سے میں نے اللہ کو پہچانا اس کے برابر کسی کو نہیں جانا میں اس کی بخشش کا امیدوار ہوں اس کے عذاب سے خائف ہوں۔ یہ کہتے کہتے رو پڑے حتی کہ بیہوش ہو کر گر پڑے جب ہوش آیا تو اس شخص نے کہا کہ امام صاحب مجھے معاف فرمائیں۔ آپ نے فرمایا جس جاہل نے بھی میرے بارے میں کچھ کہا وہ معاف ہے اور جو علم کے باوجود مجھے عیب لگایا وہ قصوروار ہے۔ (الخیرات الحسان)

ایک بار آپ مسجد خیف میں تلامذہ دیگر عقیدت مندوں کے درمیان تشریف فرما تھے کہ ایک شخص نے آپ سے سوال کیا آپ نے جواب عطا کیا اس پر اس نے کہا کہ حسن بصری تو اس کے خلاف کہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ حسن بصری کی یہ اجتہادی خطا ہے۔ ایک دوسرا شخص کھڑا ہوا جو کپڑے سے چہرہ چھپائے ہوئے تھا اس نے کہا او زانیہ کے بیٹے تم حسن بصری کو خطا کار اور غلط کہتے ہو۔ اس پر لوگ مشتعل ہو گئے اور اس آدمی کو مارنا چاہا آپ نے منع فرمایا اور کہا کہ ہاں ان سے غلطی ہوئی ہے اور حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث صحیح ہے۔ (مناقب للموفق)

ایک دن مسجد میں درس دے رہے تھے ایک شخص جو آپ سے بغض وعناد رکھتا تھا آپ کو سخت گالیاں دینے لگا آپ نے اس کی طرف مطلق توجہ نہ کی اور بہ دستور درس دینے میں مصروف رہے اور جب درس کے بعد گھر کو جانے لگے تو وہ شخص گالیاں بکتا ہوا پیچھے پیچھے چلنے لگا۔ مگر آپ مطلق چیں بجبیں نہ ہوئے۔ کہتے ہیں کہ جب آپ گھر کے قریب پہنچے تو کھڑے ہو کر اس شخص سے فرمایا کہ یہ میرے گھر کا دروازہ ہے تمہیں جتنی گالیاں دینی ہو دے لو تا کہ کوئی کسر باقی نہ رہ جائے اور میں اندر چلاؤں۔ یہ سن کر وہ شخص اتنا شرمندہ ہوا کہ سر جھکا دیا اور عرض کیا کہ آپ کی برداشت کا کوئی جواب نہیں مجھے معاف فرمائیں۔ آپ نے فرمایا جاؤ میں نے تمہیں معاف کر دیا۔ پھر وہ شخص روتا ہوا ایک طرف چلا گیا۔ (ایضا)

عقل وذہانت:

امام اعظم کی ذہانت وفطانت ضرب المثل تھی، وسعت فکر، حدت عقل اور قوت استدلال میں کوئی آپ کا ثانی نہ تھا حاسدین نے آپ پر امام اصحاب الرائے اور قیاس ہونے کا الزام لگایا کیوں کہ آپ کا کلام عقل اور نقل دونوں اعتبار سے منتہی الاوصاف ہوا کرتا اور پھر منشاء شریعت کے افہام وتفہیم کے لئے ایسے ہی کمال عقل کی ضرورت ہوتی ہے جو امام اعظم کو میسر تھا، خطیب بغدادی نے ابن مبارک سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ میں نے امام ابوحنیفہ سے زیادہ عقل مند کسی شخص کو نہیں دیکھا۔

ایک بار اہل کلام کے ایک گروہ نے اللہ تعالیٰ کو وحدانیت اور ربوبیت پر آپ سے بحث کرنا چاہا۔ تو آپ نے ان سے کہا کہ دریاء دجلہ میں میں نے ایک کشتی دیکھی ہے جس کا حال یہ ہے کہ بغیر کسی چلانے والے کے چلتی ہے اپنے اندر ساز وسامان خود ہی رکھتی ہے ایک کنارے سے لے کر دوسرے کنارے تک چھوڑتی پھر واپس آتی ہے یہاں تک کہ کوئی اس کا تدبیر کرنے والا نہیں ہے۔ ان لوگوں نے کہا کہ یہ تو محال ہے۔ آپ نے برجستہ فرمایا جب ایک معمولی کشتی کے حق میں یہ محال ہے تو اتنی بڑی دنیا جس کی بلندی پستی کا علم صرف اللہ کو ہے بغیر کسی کی تدبیر کے کیوں کر قائم رہ سکتی ہے۔ کہتے ہیں یہ سن کر وہ لوگ لاجواب اور مبہوت رہ گئے۔ (شرح فقہ اکبر)

امام موفق نے لکھا ہے کہ ایک شخص کا اپنی بیوی سے جھگڑا ہو گیا بیوی پانی کا پیالہ اٹھائے آرہی تھی اس شخص نے کہا کہ اگر تو نے اس پانی کو پیا تو تجھے تین طلاق، اگر زمین پر گرادیا تو تین طلاق اور اگر کسی کو پینے کے لئے دیا تو تین طلاق جب میاں کا غصہ فرو ہوا تو بہت گھبرایا اور علماء سے رجوع کیا مگر کسی سے کوئی جواب نہ بن سکا۔ اخیر میں دوڑتا ہوا امام صاحب کے پاس آیا اور واقعہ گوش گذار کیا۔ امام صاحب نے جواب دیا کہ پیالے میں کپڑا ڈال کر بھگا لو تمہاری شرط پوری ہو جائے گی اور عورت طلاق سے بچ جائے گی۔ (مناقب للموفق)

امام صاحب کے اوصاف وکمالات اور فضائل مناقب ضبط تحریر سے باہر ہیں۔ اگر ہر ایک وصف کو اجمالی طور پر بھی ذکر کیا جائے تو طوالت سے گریز ناممکن ہوگی اور چونکہ یہ مختصر سی تحریر کسی

طرح کی تفصیل سے مانع ہے اس لئے صرف چند ضروری گوشوں کے ذکر پر اکتفا کرتا ہوں۔

امام اعظم کے حق میں بشارت نبوی:

محدث جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے تبیض الصحیفہ میں چند احادیث طیبہ ذکر کر کے فرمایا کہ اس میں امام ابوحنیفہ کے حق میں بشارت نبوی ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

''میں کہتا ہوں کہ حضور ﷺ نے امام ابوحنیفہ کے بارے میں اس حدیث میں بشارت دی ہے جیسے ابونعیم نے الحلیہ میں بروایت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: لو كان العلم بالثريا لتناوله رجال من أبناء فارس۔ یعنی اگر علم اوج ثریا پر بھی ہوگا تو اہل فارس میں سے ایک شخص اس کو حاصل کر لیگا۔

اور شیرازی نے کتاب الالقاب میں قیس بن سعد بن عبادہ سے یہ حدیث تخریج کی ہے: لو كان العلم معلقا بالثريا لتناوله قوم من أبناء فارس۔ یعنی اگر علم ثریا پر بھی معلق ہوگا تو اہل فارس کی ایک قوم اسے حاصل کرلے گی۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ والی حدیث کی اصل بخاری میں یوں ہے۔ لو كان الايمان عند الثريا لتناوله رجال من فارس۔ یعنی اگر ایمان ثریا کے نزدیک بھی ہو تو مردان فارس اس تک ضرور پہنچ جائیں گے۔ (بخاری)

مسلم میں یوں ہے لو كان الايمان عند الثريا لذهب به رجل من ابناء فارس حتى يتناوله (مسلم) یعنی اگر ایمان اوج ثریا تک پہنچ جائے تو مردان فارس کا ایک شخص وہاں تک پہنچ کر اسے ضرور حاصل کرلے گا۔ قیس بن سعد والی حدیث معجم طبرانی کبیر میں ان الفاظ سے منقول ہے: لو كان الايمان معلقا بالثريا لا تناوله العرب لناله رجال فارس۔ یعنی اگر ایمان ثریا میں معلق ہو تو اہل عرب اس تک نہ پہنچ سکیں گے ہاں اہل فارس اس کو حاصل کرلیں گے۔ اور معجم طبرانی میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔ لو كان الدين معلقا بالثريا لتناوله ناس من ابناء فارس: یعنی اگر دین ثریا پر معلق ہوجائے تو فارس میں سے کچھ لوگ اسے پالیں گے۔ ان احادیث کی تخریج کے بعد علامہ سیوطی رقمطراز ہیں۔ ''لہٰذا یہ حدیثیں صحیح ہیں اور بشارت کے باب میں قابل اعتماد ہیں۔ اور ہر طرح کی موضوع خبروں سے بے نیاز کر دیتی ہیں۔ (تبیض الصحیفہ)

محدث جلیل علامہ ابن حجر مکی نے بھی اس باب میں علامہ سیوطی کی تائید وتصویب کی ہے۔

امام اعظم ائمہ اسلام کی نظر میں:

اسلام کے جلیل القدر علماء ومحدثین نے ایسے پرشکوہ الفاظ سے امام اعظم کی بارگاہ میں خراج عقیدت پیش کی ہے جس کے ہر بن مو سے امام اعظم کے علم وفضل کا اعتراف صاف عیاں ہے امام موفق، امام کردری، امام سیوطی اور امام ابن حجر مکی سمیت اکثر تذکرہ نگار نے اپنی اپنی کتابوں میں ائمہ کے ان اقوال کو جمع کیا ہے جو انہوں نے امام اعظم کی شان میں کہے۔ ان میں سے صرف چند اقوال تسکین طبع کے لئے حاضر ہیں۔

امام باقر رضی اللہ عنہ نے کہا اے ابوحنیفہ میں دیکھ رہا ہوں کہ تم میرے نانا جان کی سنتیں زندہ کرو گے...... زمانے بھر کے علماء تمہاری وجہ سے مسلک صحیحہ اختیار کریں گے۔ (مناقب للموفق)

خطیب بغدادی نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی انہوں نے کہا کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا۔ کیا آپ نے ابوحنیفہ کو دیکھا ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا ہاں میں نے ایک ایسے مرد جلیل کو دیکھا ہے کہ اگر وہ تم سے اس کھمبے کے بارے میں کلام کرے تو دلائل سے ثابت کر دیں گے کہ یہ سونے کا ہے۔ (الخیرات الحسنات)

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ تمام لوگ فقہ میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد ہیں اور میں کسی ایسے فرد کو نہیں جانتا ہوں جو امام اعظم سے زیادہ فقیہ ہو۔ (ایضاً)

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ وہ علم، ورع زہد اور آخرت کو اپنانے میں سب سے آگے ہیں ان کے مرتبے کو کوئی نہیں پہنچ سکتا۔ (مناقب ابی حنیفہ)

حضرت امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ نے جب پہلی بار امام اعظم کو دیکھا تو فرمایا، کیا تم ہی ابوحنیفہ ہو؟ عرض کی جی ہاں! آپ نے مجھے کیسے پہچانا۔ فرمایا قرآن مجید سے (مناقب للموفق)

محمد بن بشر کہتے ہیں کہ میں سفیان ثوری کے پاس حاضر ہوا۔ انہوں نے پوچھا کہاں سے آرہے ہو؟ میں نے کہا امام ابوحنیفہ کے پاس سے۔ فرمایا یقیناً تم ایسے شخص کے پاس سے آرہے ہو جو روئے زمین پر سب سے بڑا فقیہ ہے۔ (تبیض الصحیفہ)

حضرت عبداللہ بن مبارک کہتے ہیں کہ کسی کے لئے مناسب نہیں کہ وہ یہ کہے کہ یہ میری رائے ہے لیکن امام ابوحنیفہ کو زیبا ہے کہ وہ کہیں کہ یہ میری رائے ہے۔ ایضاً

حضرت سفیان بن عیینہ کہتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ جیسا فقیہ آج تک میری آنکھوں نے نہیں دیکھا۔ (مناقب للموفق)

حضرت مکی بن ابراہیم کہتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ اپنے زمانے کے سب سے بڑے عالم تھے۔ (تبییض الصحیفہ)

حضرت یحیٰ بن سعد قطان کہتے ہیں کہ میں عمر بھر فقہی مسائل میں لوگوں پر چھایا رہا لیکن جب ابوحنیفہ سے ملا تو یوں محسوس ہوا کہ میں ان کے سامنے کچھ بھی نہیں، وہ فقہ کے بلند ترین مقام پر ہیں۔ (مناقب للموفق)

امام اوزاعی نے کہا میں ان کے علم کی کثرت اور عقل کی وسعت پر رشک کرتا ہوں۔ (الخیرات الحسان)

حضرت یزید بن ہارون کہتے ہیں کہ میں نے ان کے جتنے ہم عصر دیکھے سب کو یہی کہتے سنا کہ انہوں نے امام ابوحنیفہ سے بڑھ کر فقیہ نہیں دیکھا۔ (اخبار ابی حنیفہ واصحابہ)

حضرت عبداللہ بن داؤد کہتے ہیں کہ مسلمانوں پر واجب ہے کہ وہ اپنی نمازوں کے امام اعظم کے لئے دعائے خیر کریں انہوں نے مسلمانوں کے لئے سنت وفقہ کی حفاظت فرمائی۔ (مناقب للموفق)

حضرت حسن بن سلمان نے کہا کہ حضور ﷺ کی حدیث لا تقوم الساعه حتی یظهر العلم کا مطلب یہ ہے کہ جب تک امام ابوحنیفہ کے علم کی تشہیر نہ ہو جائے قیامت نہیں آئے گی۔ (ایضاً)

حضرت ابن جریج نے کہا بے شک وہ فقیہ ہیں، بے شک وہ فقیہ ہیں بے شک وہ فقیہ ہیں۔ (الخیرات الحسان)

حضرت وکیع بن الجراح کہتے ہیں۔ میں نے امام ابوحنیفہ سے بڑھ کر کوئی فقیہ اور عابد و متقی نہیں دیکھا۔ (مناقب للموفق)

حضرت یحیٰ بن معین نے فرمایا امام ابوحنیفہ حدیث اور فقہ میں ثقہ تھے۔ صادق تھے اور اللہ تعالیٰ کے دین پر امین تھے۔ (ایضاً)۔

امام ابوداؤد نے فرمایا اللہ کی رحمت ہو امام ابوحنیفہ پر کہ وہ امام تھے۔ (جامع البیان)

حضرت فضیل بن عیاض کہتے ہیں امام ابوحنیفہ اپنے وقت کے فقیہ ہی نہیں بلکہ فقہا کے امام تھے۔ (مناقب للموفق)

امام اعمش فرماتے ہیں۔ اے فقہا کی جماعت تم عطار ہو اور ہم دوا فروش مگر اے ابو حنیفہ! تم نے دونوں کا احاطہ کرلیا۔

امام اعظم کی شان میں یہ چند اقوال ائمہ ہم نے ذکر کئے ورنہ تو قصیدہ گویان امام کا شمار قوت بشری سے باہر ہے۔ کیوں کہ کم از کم آپ کے مقلدین کا شمار ناممکن ہے۔

چند اسمائے تلامذہ:

امام اعظم کا حلقہ درس بے پناہ وسیع تھا۔ مختلف بلاد اسلامیہ سے طلبہ آپ کے پاس اکتساب علم کرنے آتے خود آپ نے عمر مستعار کا سب سے زیادہ حصہ علوم نبویہ کی نشرو اشاعت میں گذارا اس درمیان کتنوں کی آپ نے علمی سیرابی کی کسی کو کچھ خبر نہیں البتہ بعض لوگوں نے کہا کہ آپ نے اپنے بعد دس ہزار محدثین وفقہا چھوڑے جن میں سے ایک معتدبہ مقدار ایسوں کی تھی جو درجہ اجتہاد پر فائز تھے۔ اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ باقی شاگردوں کی تعداد کتنی ہوگی۔

علامہ جلال الدین سیوطی نے تبییض الصحیفہ میں آپ کے مشاہیر تلامذہ کی ایک اجمالی فہرست ترتیب دی ہے خوف طوالت سے اسے نظر انداز کی جاتی ہے تاہم آپ کے وہ تلامذہ جو مجلس فقہ کے ارکان تھے ان میں سے چند اسماء لکھے جاتے ہیں۔ (۱) امام ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم۔ (۲) امام زفر بن ہزیل (۳) امام محمد بن حسن شیبانی۔ (۴) عافیہ بن یزید کوفی (۵) علی بن مسیر الکوفی۔ (۶) یحیٰ بن زکریا بن ابی زائدہ (۷) وکیع بن الجراح۔ (۸) حبان بن علی کوفی۔ (۹) یحیٰ بن سعید القطان۔ (۱۰) عبداللہ بن المبارک۔ (۱۱) یزید بن ہارون واسطی۔ (۱۲) عبدالرزاق بن ہمام۔ (۱۳) ضحاک بن مخلد۔ (۱۴) حماد بن ابی حنیفہ۔ (۱۵)

مسعر بن کدام۔(۱۶) مکی بن ابراہیم۔(۱۷) فضیل بن عیاض۔(۱۸) فضل بن موسیٰ۔(۱۹) نضر بن عبدالکریم۔(۲۰) حفص بن عبدالرحمن۔(۲۱) یوسف بن خالد۔(۲۲) حسن بن زیاد کوفی۔(۲۳) خارجہ بن مصعب۔(۲۴) نعیم بن عمرو۔(۲۵) عمر بن میمون۔(۲۶) شریک بن عبداللہ کوفی۔(۲۷) علی بن ظبیان القاضی۔(۲۸) قاسم بن الحکم۔(۲۹) زبیر بن معاویہ۔(۳۰) منصور ابوشیخ وغیرہ رحمہم اللہ تعالیٰ۔

امام اعظم کا وصال:

امام اعظم باوجود اپنے علم وفضل کے ہمیشہ محسود رہے حاسدین نے آپ کو زک پہنچانے کا کوئی بھی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیا۔حتی کہ آپ نے اسی حسد کا شکار ہو کر جام شہادت نوش فرمایا اور جاں جاں آفریں کے حوالے کردی۔

واقعہ یہ بیان کیا جاتا ہے کہ آپ کے کسی دشمن نے خلیفہ منصور کو آپ کے خلاف سخت بھڑکا دیا اور کہا کہ ابراہیم بن عبداللہ بن حسن بن حسن بن علی کو خلافت عباسیہ کے خلاف بغاوت پر آپ ہی نے اکسایا تھا اور ان کی مالی مدد کی تھی۔منصور یہ سن کر سخت برہم ہوا اور عبرت ناک سزا دینے کی ٹھان لی اور اس نے بہانہ یہ بنایا کہ آپ کو قاضی القضاۃ کا عہدہ پیش کیا جب کہ اسے یہ اچھی طرح معلوم تھا کہ آپ اس عہدہ کو قبول نہ کریں گے۔ چنانچہ جب آپ نے اس عہدہ کو قبول کرنے سے انکار فرمایا تو خلیفہ نے آپ کو جیل میں قید کر دیا اور حکم دیا کہ روزانہ دس کوڑے مارے جائیں دس دن تک یہ سلسلہ چلا کوڑے کی ضرب اتنی شدید ہوتی تھی کہ خون بہہ کر آپ کی ایڑیوں سے گرنے لگتا۔ بعد میں خلیفہ نے کہا سر پر کوڑے مارو۔ آپ کوڑے کھاتے رہے اور صبر کرتے رہے اور عزم واستقلال میں مطلق کوئی کمی نہ آنے دی۔ یہاں تک کہ آپ کو خفیہ طور پر زہر دے دیا گیا۔مروی ہے کہ جب آپ کو زہر کا اثر معلوم ہوا تو سر بسجود ہو گئے اور جیل خانے ہی میں روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔انا للہ وانا الیہ راجعون۔

امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ صورت وسیرت میں حسن تھے۔علم وعمل میں حسن تھے اخلاق وکردار میں حسن تھے اور شہادت میں بھی حسن رہے اور حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے زمرے میں شامل ہو گئے۔خطیب بغدادی کہتے ہیں دفن کے بعد بھی تقریباً بیس دن تک نماز

جنازہ پڑھی جاتی رہی۔

آپ کی تاریخ وفات کے بارے میں علامہ ابن حجر مکی الخیرات الحسان میں رقمطراز ہیں۔

”علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ امام اعظم رضی اللہ عنہ کا وصال ۱۵۰ھ میں ہوا اور اس وقت آپ کی عمر ۷۰ سال تھی اور مہینہ رجب کا تھا (الخیرات الحسان)

اولاد:

اولاد میں صرف حماد بن ابی حنیفہ کو چھوڑا (الخیرات الحسان) یہ جو مشہور ہے کہ آپ کی ایک صاحبزادی تھی جن کا نام حنیفہ تھا اور اسی مناسبت سے آپ کی کنیت ابوحنیفہ تھی۔ محض غلط ہے کیوں کہ حضرت حماد کے علاوہ آپ کی کوئی دوسری اولاد نہ تھی۔ بلکہ ”فاتبعوا ملة ابراهيم حنيفا“ آیت سے ایک خصوصی نسبت پیدا کرتے ہوئے آپ نے اپنی کنیت ابوحنیفہ اختیار کی۔(ایضاً)

تتمہ:

امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے فضائل ومناقب پر مشتمل اس شکستہ جملہ مضمون میں بہت سے اہم اور ضروری گوشوں کو طوالت سے بچنے کے لئے قصداً نظر انداز کر دیا گیا ہے اس کے لئے قارئین ہمیں معذور سمجھیں۔

آخر میں مندرجہ ذیل دو قول پر بات ختم کرتا ہوں جس میں امام اعظم کی پوری زندگی کا مکمل عکس نظر آتا ہے۔

خطیب بغدادی نے آپ کے پوتے حضرت اسماعیل بن حماد بن ابی حنیفہ سے روایت کی ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ ثابت جب کہ وہ چھوٹے تھے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں لیجائے گئے تو آپ نے ثابت کے لئے اور ان کی اولاد کے لئے دعا فرمائی۔ ہم اللہ تعالیٰ سے امید رکھتے ہیں کہ اس نے ہمارے حق میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی دعا قبول فرمائی۔(تاریخ بغداد ج ۱۳۔صفحہ ۳۲۷)

اور صاحب درمختار نے علماء کا یہ قول نقل کیا ہے کہ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فقہ کی کاشت کی حضرت علقمہ نے اسے سیراب کیا حضرت ابراہیم نخعی نے کاٹا، حضرت حماد

نے اسے گاہا، حضرت ابوحنیفہ نے اسے پیسا۔ حضرت ابو یوسف نے گوندھا، حضرت امام محمد نے روٹی تیار کی اور تمام لوگ اسے کھا رہے ہیں۔ (شامی ج-۱)

یہ چند سطریں سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کرکے ہم نے تحریر کیں اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ قبول فرمائے اور فیضان امام سے مجھے اور تمام مسلمانوں کو مالا مال فرمائے۔ آمین!

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد و آلہ اصحابہ اجمعین۔

سگ بارگاہ شیخ العالم
احقر محمد احمد رضا اشرفی مصباحی حنفی دیناجپوری
خادم الطلاب جامعہ چشتیہ ردولی شریف، فیض آباد، یوپی
۱۴/ربیع الثانی ۱۴۳۲ھ
۲۰/مارچ ۲۰۱۱ء
بروز اتوار



حق حق حق

وَالذین اتبعوا ھم باحسان رضی اللّٰہ عنہم و رضوا عنہ

طوبیٰ لمن رأنی و لمن رأمن رأنی

تنویر الصحیفة

فی تابعیة ابی حنیفة رضی اللّٰہ عنہ

: مصنف :

امام المتأخرین قیام الملت والدّین

حضرت علامہ **قیام الدین عبد الباری**
فرنگی محلی رحمۃ اللہ علیہ

: تخریج :

مفتی **محمد احمد رضا** اشرفی مصباحی
شیخ الحدیث جامعہ چشتیہ خانقاہ حضرت شیخ العالم ردولی شریف ضلع فیض آباد، اتر پردیش

: ناشر :

شعبۂ نشر و اشاعت : جامعہ چشتیہ

: المتعلقہ :

خانقاہ حضرت شیخ العالم ردولی شریف ضلع فیض آباد، یوپی

حق حق حق

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ.
حَامِداً وَّمُصَلِّياً وَّمُسۡلِماً

اما بعد کہتا ہے فقیر سراپا عجز وانکساری محمد قیام الدین عبدالباری انصاری ابن مقدام العرفاء مقدم جیش العلماء مولانا مولوی حافظ حاجی شاہ محمد عبدالوہاب صاحب دام اللہ علینا ظلہ وعم فیوضہ الی یوم الحساب۔ کہ حضرت مخدومی مطاعی میاں رضا حسین صاحب رزاقی بانسوی نے ایک والا نامہ مشتمل برسوال مذکورۂ ذیل ابلاغ فرمایا اور جواب تحریر کرنے کو ارشاد کیا ناچار باوجود قلت فرصت کے اور ماہ مبارک رمضان شریف ہونے کے تعمیل ارشاد کرنا ہی پڑا اور چونکہ سوال سے مشحون ہوتا تھا کہ کسی مخالف مذہب حنفیہ حاسد مشرب نعمانیہ سے گفتگو آگئی ہے جبھی مخدومی دام ظلہ نے اس تحریر کی تکلیف گوارا فرمائی ہے میں نے جواب میں طول دیا اور اکثر استشہاد میں قول غیر حنفی پیش کیا تاکہ مخالفوں کو جائے دم زدن نہ رہے پورا شبہ دفع ہو جائے اور نام اس رسالہ کا ''تنویر الصحیفہ فی تابعیۃ ابی حنیفہ'' رکھا اللہ تعالیٰ اپنے محض فضل وکرم سے مقبول فرمائے مجھ کو اس کا اجر عطا کرے اور خلق کو اس سے نفع پہونچائے آمین یارب العالمین۔

سوال

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ آیا امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی کسی صحابی سے ملاقات ہوئی یا نہیں اگر ہوئی تو کس صحابی سے اور امام موصوف تابعین میں داخل ہیں یا نہیں اور مثل اور مجتہدین کے محدث ہیں یا نہیں بالتفصیل اردو میں جواب مرحمت ہو۔

جواب

هُوَ الۡمُصَوِّبُ: ملاقات امام صاحب کی صحابہ سے (ہوئی یا نہیں) اس میں اختلاف ہے چنانچہ اس بارے میں تین قول ہیں (۱) امام صاحب نہ تو کسی صحابی سے ملے اور نہ ان سے

کچھ سنا نہ روایت کی اس قول کو معتبرین محققین نے قبول نہیں کیا بلکہ مردود ومطرود کر دیا اس وجہ سے کہ نہ براہین عقلیہ اس کی مساعدت کرتے ہیں نہ دلائل نقلیہ اس کی موافقت کرتے ہیں عقل میں نہیں آتا کہ امام صاحب سا شخص جن کے زمانہ میں بڑے بڑے اکابر صحابہ موجود ہوں وہ ان سے ملاقات نہ کرے اور صحبت صحابی کا فیض حاصل نہ کرے جس شہر میں صحابی زندہ موجود ہو امام صاحب کا اسی شہر میں بارہا گذر ہووے اور امام صاحب ان تک نہ جائیں۔

امام صاحب کوفہ میں تھے اور اسی زمانہ میں کوفہ کے حاکم عمرو بن حریث قرشی صحابی والی کوفہ رہے حضرت انس بن مالک اسی عرصہ میں کوفہ تشریف لے گئے امام صاحب نے حضرت ابوالطفیل عامر بن واثلہ صحابی مکی کی موجودگی میں اندازاً پندرہ حج کئے ہیں کیونکہ امام صاحب کے مجموعی تعداد حج کرنے کی پچپن۵۵ حج تک پہونچتی ہے اور سن[۱] امام صاحب کا کچھ اوپر ستر۷۰ برس کا ہوا سنہ اسی ۸۰ھ میں پیدا ہوئے اور سنہ ایکسو۱۵۰ پچاس میں وفات فرمائی اور حضرت ابوالطفیل مکہ میں رہتے تھے سنہ ایکسو۱۱۰ دس ہجری میں انتقال فرما گئے اگر ابتدائی حج امام صاحب کا پندرہویں برس ہوا تو پندرہ ایام ابوالطفیل میں حج ہوتے ہیں باوجود ان امور کے تعجب ہے کہ امام صاحب نعمت عظمیٰ صحبت صحابہ اور احادیث مصطفی ﷺ بلا واسطہ ان سے حاصل نہ کریں تعجب پر تعجب یہ ہے کہ امام صاحب کچھ صغیر سن نہ تھے بلکہ اوپر کی عبارت سے معلوم ہوگیا ہوگا کہ ایام ابوالطفیل میں سن امام صاحب کا قریب تیس۳۰ برس کے تھا جو زمانہ وقوف کا ہے اور تعلیم کی انتہا کا ہے تفصیل اس کی شرح سفر السعادت اور تنسیق النظام اور مقدمہ شرح وقایہ اور اسماء رجال مشکوۃ وغیرہ سے واضح ولائح ہے اب رہا منقول تو یہ قول بالکل قابل سماعت نہیں کیونکہ اس قول سے اچھی طرح نقل مخالفت کرتی ہے۔

ائمۂ محدثین واجلہ محققین سے منقول ہے کہ امام صاحب نے صحابہ کو دیکھا اور اکابر اصحاب امام صاحب کے کہ محدث ومجتہد ہیں امام صاحب سے احادیث نقل کرتے ہیں جن کو امام صاحب نے بلا واسطہ صحابی سے سنا اور روایت کی جو لوگ کہ امام صاحب کی روایت صحابی سے نقل کرتے ہیں کثیر التعداد اعظام محدثین سے ہیں جن میں سے ایک کی نقل ثبوت رویت کے لئے کافی اور وافی ہے جیسے (۱) خطیب بغدادی (۲) دارقطنی (۳) ابن سعد (۴) ذہبی

۱ عمر

(۵) ابن حجر مکی (۶) ابن حجر عسقلانی (۷) ولی عراقی (۸) سیوطی (۹) ابومعشر (۱۰) حمزہ سہمی (۱۱) یافعی (۱۲) جزری (۱۳) تورپشتی (۱۴) ابن جوزی (۱۵) سراج صاحب کشف کشاف وغیرہم ہیں اور یہ کل حنفی نہیں ہیں جن کی طرف گمان جانب داری کا ہوسکے اور حنفیہ کے نزدیک تو رویت بالاتفاق اور روایت بر قول جمہور ثابت و متحقق ہے (جس میں) کسی کو کلام ہی نہیں ہے

(۲) دوسرا قول اس بارہ میں (یعنی امام صاحب کا صحابی کے ساتھ ملاقات کرنا) یہ ہے کہ امام صاحب نے صحابہ کو پایا تو ضرور اور بعض صحابی سے ملے بھی مگر سماعت بطریق صحیح ثابت نہیں یعنی جو شروط روایت صحیحہ کے ہیں باصطلاح محدثین ان شروط میں بعضے نہیں پائے جاتے یہ نہیں کہ وہ طریق ثبوت غیر صحیح بمعنی غلط کے ہیں بلکہ قابل قبول ہیں جیسا کہ آگے آتا ہے۔ اس مذہب کے قائل اکثر محدثین ہیں اور اسی مذہب کو علامہ قاسم ابن قطلو بغا حنفی نے اختیار کیا ہے چنانچہ علامہ ابن قطلو بغا نے شیخ الاسلام ملا محمود عینی کی تردید کی ہے جبکہ شیخ الاسلام نے روایت امام صاحب کے صحابہ سے ثابت کیا ہے رد المحتار میں ہے۔

ماوقع للعینی انه اثبت سماعة من جماعة من الصحابة رده علیه صاحبه الشیخ الحافظ قاسم الحنفی والظاهر ان سبب عدم سماعته ممن ادرکه من الصحابة انه اول امره اشتغل بالاکتساب حتی ارشده الشعبی لما رأی من باهر نجابته الی الاشتغال بالعلم انتهی. (۱)

یعنی عینی سے جو واقع ہوا ہے کہ انہوں نے امام صاحب کی سماعت ایک جماعت صحابہ سے ثابت کی ہے اسکی رد حافظ قاسم نے کی ہے ظاہر سبب اس کا یہ معلوم ہوتا ہے کہ امام صاحب ابتداء زمانہ میں اپنے اکتساب میں مشغول تھے یہاں تک کہ شعبی نے جب امام صاحب کی نجابت ظاہرہ دیکھی تو ان کو علم حاصل کرنے کی ہدایت کی۔

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ امام صاحب جب حصول علم کی طرف متوجہ ہوئے تو زمانہ صحابہ کا باقی نہ رہا اسی سبب سے سماعت ان سے حدیث کی حاصل نہیں ہوئی لیکن رد علامہ قاسم کے قابل قبول نہیں بچند وجوہ اول تو یہی امر ہے کہ شیخ الاسلام علامہ محمود عینی کی جلالت شان وکثرت

(۱) رد المحتار، ج ۱ صفحہ ۱۶۱۔ الخیرات الحسان صفحہ ۳۶۔

اطلاع ایسی نہیں جس کے مقابل مطلق رد علامہ قاسم کی بدون (بغیر) کسی دلیل قوی کے قبول کرلیجائے۔ دوسرے یہ امر ہے کہ جو قول کہ اثبات کرتا ہے سماع کا وہ مثبت ہے او جس سے عدم اثبات ہوتا ہے وہ نافی ہے اور قاعدہ ہے کہ مثبت مقدم ہوتا ہے نافی سے جیسا کہ عبارت سے علامۂ شامی کی معلوم ہوتا ہے لکھتے ہیں۔

قال بعض الفضلاء وقد اطال العلامة طاشکبری فی سرد النقول الصحیحة فی اثبات سماعه منه والمثبت مقدم علی النافی انتهی. (۱)

یعنی بعضے فضلا کہتے ہیں کہ یہ تحقیق بہت طول دیا ہے علامہ طاشکبری نے نقول صحیحہ پیش کرنے میں اثبات سماع امام صاحب کے بابت اور مثبت مقدم ہوتا ہے نافی پر۔

تیسرے عینی کے قول کی تائید ایک قاعدہ محدثین کا کرتا ہے کہ راوی اتصال مقدم ہے راوی ارسال وانقطاع پر جیسا کہ علامہ شامی کے کلام سے ظاہر ہوتا ہے۔

لکن یؤید ما قاله العینی قاعدة المحدیثین ان راوی الاتصال مقدم علی راوی الارسال او الانقطاع لان معه زیادة علم فاحفظ ذالک فانهٔ مهم کذا فی عقد اللآلی والمرجان للشیخ اسماعیل العجلونی الجراحی انتهی. (۲)

یعنی لیکن جو کہ عینی نے کہا ہے اس کی تائید محدثین کا یہ قاعدہ کرتا ہے کہ راوی اتصال کا مقدم ہے راوی ارسال وانقطاع پر اس لئے کہ اسکے ساتھ زیادتی علم کی ہے اس کو یاد رکھنا چاہئے اسلئے کہ یہ مہم مضمون ہے ایسے ہی عقد اللآلی والمرجان میں ہے جو تصنیف شیخ اسمٰعیل عجلونی جراحی کی ہے۔

اور ایسے ہی کلام سے ابن حجر مکی کے ظاہر ہوتا ہے نقل کرتے ہیں کلام سے محدثین کے۔

وماوقع للعینی انه اثبت سماعة من الصحابة رده علیه صاحبه الشیخ الحافظ قاسم

یعنی عینی سے جو واقع ہوا ہے کہ انہوں نے امام صاحب کی سماعت ایک جماعت صحابہ سے ثابت کی ہے، اس کی رد حافظ قاسم

(۱) رد المحتار ج ۱، صفحہ ۱۶۳۔ (۲) ایضاً صفحہ ۱۶۱

الحنفي والظاهر ان سبب عدم سماعة ممن ادركه من الصحابة انه اول امره اشتغل بالاكتساب حتى ارشده الشعبي لمارای من باهر نجابته الى الاشتغال بالعلم ولايسع من له ادنى المام بعلم الحديث ان يذكر خلاف ماذكرته انتهى [حاصل كلام ذٰلك المحدث] وقاعدة المحدثين ان رواى الاتصال مقدم على راوى الارسال اوالانقطاع لان معه زيادة علم (تؤيد ما قاله العيني) فاحفظ ذالك فانه مهم.(۱)

نے کی ہے ظاہر سبب یہ معلوم ہوتا ہے کہ امام صاحب ابتداء زمانہ میں اپنے اکتساب میں امام صاحب کی نجابت ظاہرہ دیکھی تو ان کو علم حاصل کرنے کی ہدایت کی۔

اب ان محدثین کے تھوڑے کلام مذکور ہوتے ہیں جو غیر حنفی ہیں اور ان کے نزدیک امام صاحب کا صحابہ کو پانا ثابت ہے اگرچہ سماع ثابت نہ سہی ان میں سے خطیب بغدادی ہیں مرآۃ الجنان مین امام یافعی نے لکھا ہے۔

وذكر الخطيب في تاريخ بغداد انه رای انس بن مالک كما تقدم انتهى.(۲)

یعنی خطیب نے اپنی تاریخ بغداد میں ذکر کیا ہے کہ امام صاحب نے انس بن مالک کو دیکھا ہے جیسا کہ گذرا

امام یافعی اس عبارت سے پہلے اوپر لکھتے ہیں۔

حوادث سنة خمسين ومائة فيها توفي فقيه العراق الامام حنيفة النعمان بن ثابت الكوفي مولده

سنہ ایکسو پچاس ۱۵۰ میں انتقال فرمایا ہے عراق کے فقیہ ابوحنیفہ نعمان بن ثابت کوفی نے پیدائش آپ کی سنہ اسی ۸۰ میں ہوئی اور

(۱) ردالمختار، ج-۱،صفحہ-۱۶۱۔ (۲) تاریخ بغداد، ج-۱۳،صفحہ ۳۲۴ (بیروت)

سنة ثمانين رای انسا رضي الله عنه انتهى. (۱)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کو آپ نے دیکھا

اور انہیں محدثین میں سے دار قطنی ہیں کہ وہ بھی امام صاحب کے انس بن مالک کو دیکھنے کے قائل ہیں جیسا کہ جلال الدین سیوطی شافعی نے تبیض الصحیفہ میں لکھا ہے۔

قد الف الامام ابو معشر عبد الكريم بن عبد الصمد المقرى الشافعي جزأ في مارواه ابو حنيفة عن الصحابة لكن قال حمزة السهمي سمعت الدار قطني يقول لم يلق ابو حنيفة احدا من الصحابة الا انه رای انس رضي الله عنه بعينه ولم يسمع منه. (۲)

یعنی امام ابو معشر عبدالکریم بن عبدالصمد نے ایک جزء تالیف کیا ہے ان حدیثوں میں جو امام صاحب نے صحابہ سے روایت کی ہیں مگر حمزہ سہمی کہتے ہیں کہ دار قطنی سے میں نے سنا ہے کہ کہتے تھے کہ امام صاحب کسی صحابی سے ملے نہیں مگر انس رضی اللہ عنہ بن مالک کو آپ نے اپنی آنکھوں سے دیکھا اور کوئی حدیث ان سے نہیں سنی ہے۔

اور علل متناہیہ میں ابن جوزی لکھتے ہیں۔

في باب الكفالة برزق المتفقه قال الدار قطني ابو حنيفة لم يسمع من احد من الصحابة وانما رای انس بن مالک بعينه انتهى. (۳)

دار قطنی کہتے ہیں کہ امام صاحب نے کسی صحابہ سے کوئی حدیث نہیں سنی یون ہی ہے کہ انس بن مالک کو آپ نے اپنی آنکھ سے دیکھا ہے

اور تہذیب الاسماء میں نووی لکھتے ہیں۔

وكان في زمانه اربعة من الصحابة. (۴)

یعنی اور ان کے زمانہ میں چار صحابہ تھے

(۱) مرآۃ الجنان وعبرۃ الیقظان ج۱،صفحہ ۳۰۹-۳۱۰ (بیروت)
(۲) تبیض الصحیفہ صفحہ-۳۴ (بیروت) (۳) العلل المتناہیہ ج-۱،صفحہ-۱۳۶ (بیروت)
(۴) تہذیب الاسماء نووی، ج۴،صفحہ ۲۱۶ (بیروت)۔

اور عبرۃ للیقظان میں ذہبی لکھتے ہیں۔

فی رجب من سنة خمسين بعد المائة توفى فقيه العراق الامام ابو حنيفة النعمان بن ثابت الكوفى مولى بنى تيم الله ثعلبة مولده سنة ثمانين راى انسا رضى الله عنه انتهى. (۱)

یعنی رجب ۱۵۰ھ میں فقیہ عراق امام ابو حنیفہ نعمان بن ثابت کوفی مولی بنی تیم اللہ نے وفات فرمائی اور پیدائش ان کی ۸۰ھ میں ہوئی انس رضی اللہ عنہ بن مالک کو انہوں نے دیکھا

اور تبیض الصحیفہ میں علامہ جلال الدین سیوطی نے لکھا ہے۔

وقفت على فتيا رفعت الى الشيخ ولى الدين العراقى هَل روى ابو حنيفة عن احد من الصحابه وهل يعد فى التابعين فاجاب بما نصه الامام ابو حنفية لم يصح له رواية عن احد من الصحابة وقد راى انس رضى الله عنه بن مالك فمن يكتف فى التابعين بمجرد روية الصحابى جعله تابعيا انتهى.(۲)

یعنی میں اس استفتے پر واقف ہوا جو شیخ ولی عراقی کے پاس آیا تھا آیا امام صاحب نے کسی صحابی سے کوئی روایت کی ہے یا نہیں؟ اور آیا امام صاحب کا شمار تابعین میں سے ہے یا نہیں؟ تو اس کا جواب ولی عراقی نے دیا کہ امام ابوحنیفہ سے بطریق صحت کوئی روایت کسی صحابی سے نہیں اور بہ تحقیق انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو امام صاحب نے دیکھا ہے تو جس کے نزدیک تابعین کیلئے مجرد روایت صحابی کی کافی ہے وہ امام صاحب کو تابعین میں شمار کرتا ہے۔

اور یہی تبیض الصحیفہ میں ہے۔

ورفع هذا السوال الى الحافظ ابن الحجر فاجاب بما نصه ادرك

یہی سوال حافظ ابن حجر مکی کے پاس بھیجا گیا انہوں نے جواب دیا کہ امام صاحب نے

---

(۱) مرأۃ الجنان وعبرۃ الیقظان ج۱، صفحہ ۳۱۰۔

(۲) اصل عبارت یوں ہے۔ وقفت على فتيا رفعت الى الشيخ ولى الدين العراقى صورتها : هل روى ابو حنيفة عن احد من اصحاب النبى صلى الله عليه وسلم و هل يعد هو من التابعين ام لا؟ فاجاب بما نصه الامام ابو حنيفة لم يصح له رواية عن احد من الصحابة و قد رأى انس بن مالك فمن يكتف فى التابعى بجرد روية الصحابى يجعله تابعياً و من لا يكتف بذالك لا يعده تابعياً تبیض الصحیفہ صفحہ ۳۴ (بیروت)

الامام ابو حنيفة جماعة من الصحابة لانه ولد بالكوفة سنة ثمانين من الهجرة وبها يومئذ من الصحابة عبد الله ابن ابى اوفى فانه مات بعد ذالك بالاتفاق وبالبصرة يومئذ انس(۱) رضى الله عنه وقد اورد ابن سعد بسند لا باس به ان ابا حنيفة راى انسا وكان غيرهذين من الصحابة بعدة من البلاد احياء وقد جمع بعضهم جزء فى ماورد عن رواية ابى حنفية عن الصحابة ولكن لا يخلو اسناده هٰهنا من ضعف والمعتمد على ادراكه ماتقدم وعلى رواية بعض الصحابة ما اورده ابن سعد فى الطبقات فهو بهذا الاعتبار من طبقة التابعين ولم يثبت ذلك لاحد من ائمة الاعصار المعاصرين له كا الاوزاعى بالشام والحماد ين بالبصرة والثورى بالكوفة ومسلم بن خالد الزنجى بمكة والليث بن سعد بمصر انتهى. (۱)

ایک گروہ کو صحابہ سے پایا ہے اسلئے کہ وہ کوفہ میں ۸۰ھ ہجری میں پیدا ہوئے اور اس زمانہ میں کوفہ میں عبد اللہ بن اوفی تھے اسلئے کہ انہوں نے بعد اسکے وفات پائی ہے اور بصرہ میں اس زمانہ میں حضرت انس بن مالک تھے اور ابن سعد نے روایت کی ہے ایسی سند سے جسمیں کوئی حرج نہیں ہے کہ امام صاحب نے حضرت انس رضی اللہ عنہ بن مالک کو دیکھا ہے اور علاوہ ان دونوں صحابی کے بھی اور شہروں میں صحابہ زندہ موجود تھے اور بہ تحقیق بعضے علماء نے ایک جزء جمع کیا ہے اس میں وہ ایسی روایتیں لائے ہیں جو امام صاحب صحابہ سے روایت کرتے ہیں لیکن اسناد انکے ضعف سے خالی نہیں اور اعتماد اسی پر ہے جو پہلے گذرے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ بن مالک کو امام صاحب نے پایا اور رویت پر بعضے اور صحابہ کے جو روایت کیا ہے ابن سعد نے طبقات میں پس امام صاحب اس اعتبار سے طبقہ تابعین سے ہیں اور یہ بات یعنی تابعین میں سے ہونا کسی اور کیلئے ان کے زمانہ کے ائمہ سے ثابت نہیں ہوتا ہے جیسے اوزاعی شام میں تھے اور دونوں حماد بصرہ میں اور ثوری کوفہ میں اور مسلم بن خالد زنجی مکہ میں اور لیث بن سعد مصر میں

اور ابن حجر مکی۔ الفصل السادس فیمن ادرکہ من الصحابۃ رضی اللہ عنہ میں اپنی کتاب

---

(۱) یہاں پر یہ عبارت چھٹی ہوئی ہے۔ (بن مالك و مات سنة تسعين او بعدها. ۱۲)

(۱) تبیض الصحیفہ صفحہ ۳۴ (بیروت)

الخیرات الحسان میں لکھتے ہیں۔

صح كما قاله الذهبى انه راى انس بن مالك وهو صغير وفى رواية رأيته مرار وكان يخضب بالحمرة وكان المحدثين على ان التابعين من لقى الصحابى وانما لم يصحبه وصححه النووى كا بن صلاح وجاء من طرق انه روى عن انس احاديث ثلاثة. (۱)

یعنی صحت کو پہونچا ہے جیسا کہ قائل اس کے نووی ہیں کہ امام صاحب نے حضرت انس رضی اللہ عنہ بن مالک کو دیکھا ہے اپنی صغیر سنی مین اور ایک روایت میں ہے کہ کیا امام صاحب نے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ بن مالک کو کئی بار میں نے دیکھا ہے اور حضرت انس رضی اللہ عنہ بن مالک سرخ خضاب کرتے تھے اور اکثر محدثین اسی پر ہیں کہ تابعین وہ ہیں جو صحابہ سے ملیں اگرچہ ساتھ نہیں رہیں اور اس کی تصحیح کی ہے نووی نے جس طرح ابن صلاح نے اور مروی ہوا ہے کئی طریقوں سے کہ امام صاحب نے حضرت انس رضی اللہ عنہ بن مالک سے تین حدیثیں روایت کی ہیں۔

بعد اس کے فتوئ ابن حجر عسقلانی کا نقل کیا ہے جو اوپر مذکور ہو چکا اور محمد اکرم بن عبد الرحمٰن نے امعان النظر میں ملا علی قاری سے نقل کیا ہے کہ وہ شرح نخبہ میں لکھتے ہیں تعریف تابعین کے تحت میں۔

هو من لقى الصحابى هذا هو المختار قال العراقى وعليه عمل الاكثرين وقد اشارا لنبى ﷺ الى الصحابى والتابعى بقوله

یعنی تابعی وہ ہے جو صحابی سے ملا یہی مختا ہے عراقی نے کہا ہے اسی پر عمل اکثر محدثین کا ہے اور اشارہ کیا ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ اور تابعین کی طرف اپنے قول۔

(۱) الخیرات الحسان، صفحہ-۳۲

طوبىٰ لمن رانى ولمن رأى من رأنى فاكتفى بجمرد الرؤية قلت وبه يندرج الامام الاعظم فى سلك التابعين فانه قدراى انسا وغيره من الصحابة على ما ذكره الشيخ الجزرى فى اسماء رجال القراء ة والتور بشتى فى تحفة المسترشدين وصاحب كشف الكشاف فى سورة المؤمن و صاحب مرأة الجنان وغيرهم من العلماء المتبحرين فمن نفى انه تابعى فاما عن التتبع القاصرا و التعصب الفاتر. (۱)

طوبى لمن رانى ولمن رأى من رأنى سے (یعنی بہتری ہے اس شخص کے لئے کہ جس نے مجھ کو دیکھا اور اس کے لئے جسنے دیکھا اس کو جس نے مجھ کو دیکھا) تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجرد رویت کے ذکر پر اکتفا کیا کہتا ہوں میں یعنی (ملا علی قاری) اور اسی سبب سے امام اعظم سلک تابعین میں مندرج ہیں اس لئے کہ انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ وغیرہ کو صحابہ میں سے دیکھا ہے بنابراس کے کہ ذکر کیا ہے اس کو شیخ جزری نے اسمائے رجال قراۃ میں اور تورپشتی نے تحفۃ المسترشدین میں اور صاحب کشف کشاف نے سورۃ المؤمن میں اور صاحب مرآۃ الجنان نے اور سوائے ان کے اور علماء متجرین نے بھی ذکر کیا ہے جو شخص نفی کرتا ہے امام صاحب کی تابعیت کی تو وہ یا تو کوتاہی تلاش کی وجہ سے یا فتور ڈالنے والے تعصب کے باعث سے۔

اور بھی ابن حجر مکی لکھتے۔

ادرک ثمانیة من الصحابة (۲)

یعنی امام صاحب نے آٹھ شخص صحابہ میں سے پائے ہیں

اور ذہبی تذکرۃ الحفاظ میں لکھتے ہیں۔

(۱) نزہۃ النظر فی توضیح نخبۃ الفکر صفحہ ۸۴- حاشیہ نمبر ۴۔

(۲) الخیرات الحسان صفحہ-۳۳- مگر اس میں ثمانیۃ من الصحابہ کی جگہ جماعۃ من الصحابہ ہے۔

رای انس بن مالک غیر مرة لما قدم علیهم الکوفة (۱)

یعنی دیکھا امام صاحب نے حضرت انس بن مالک کو کئی بار جبکہ انس رضی اللہ عنہ اہل کوفہ کے پاس کوفہ میں تشریف لائے تھے

اور ابن خلکان لکھتے ہیں۔

وادرک ابو حنیفة اربعة من الصحابة رضوان اللہ علیهم انس بن مالک و عبد اللہ بن ابی اوفی بالکوفة وسهل بن سعد الساعدی بالمدینة وابو الطفیل عامر بن واثلة بمکة ولم یلق احدا منهم ولا اخذ عنه واصحابه یقولون لقی جماعة من الصحابة وروی عنهم ولم یثبت ذالک عند اهل النقل انتهی. (۲)

یعنی امام صاحب نے چار صحابی پائے انس رضی اللہ عنہ بن مالک اور عبداللہ بن ابی اوفیٰ کو کوفہ میں اور سہل بن سعد ساعدی کو مدینہ میں اور ابو الطفیل عامر کو مکہ میں اور ان صحابہ میں سے کسی سے ملے نہیں اور نہ ان سے کچھ حاصل کیا اور امام صاحب کے اصحاب قائل ہیں کہ امام صاحب ایک جماعت سے صحابہ کی ملے اور روایت کی ہے امام صاحب نے ان سے اور یہ بات نزدیک اہل نقل کے ثابت نہیں ہے۔

دوسرا قول قابل قبول نہیں ہے اس لئے کہ ان میں جو لوگ انکار کرتے ہیں روایت کرنے کا وہ بھی امکان روایت کے منکر نہیں ہیں اور اس میں کوئی شک نہیں کہ امکان امر ثابت ہے اور ثابت مقدم ہوتا ہے نافی سے جیسا کہ مقرر ہے اہل حدیث (محدثین) کے نزدیک اور اس قول کے عدم قبول کی وجہ تحت میں قولِ ثالث کے تفصیل سے بیان ہوگی۔

(۳) تیسرا قول یہ ہے کہ امام صاحب نے صحابہ کو پایا اور ان سے روایت کی جو قریب پچاس روایتوں کے پہونچتی ہیں جس میں سے دو تین تو صرف حضرت انس رضی اللہ عنہ بن مالک سے ہیں اسی تیسرے قول پر اتفاق ہمارے علما کا ہے اور یہی قول معتبر نزدیک محققین کے

(۱) تذکرة الحفاظ جلد-۱، صفحہ-۱۶۸۔

(۲) وفیات الاعیان وابناء الزمان جلد-۵، صفحہ-۴۰۶

ہے اور اسی کو ثابت کیا ہے بہت اکابر نے منجملہ ان کے شیخ الاسلام علامہ عینی اور ملا علی قاری اور شیخ عبدالحق دہلوی اور متاخرین علماء سے بہت لوگ ہیں جنہوں نے ابین وجہ کر کے روایت کرنا امام صاحب کا صحابہ سے ثابت کیا ہے تصانیف ان کی دیکھنا چاہئے عبارت سب کی لکھنا تطویل سے خالی نہیں ہے تاہم چند نقول لکھے جاتے ہیں خوارزمی نے اپنی مسند الامام میں لکھا ہے۔

اتفق العلماء علی انه روی عن اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم لکنهم اختلفوا فی عددهم. (۱)

یعنی علماء نے اتفاق کیا ہے اس بات پر کہ امام صاحب نے بعض اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے مگر اختلاف کیا ہے علماء نے ان کی گنتی میں

امام ظاہر یہ سید داؤد ظاہری اپنے رسالہ مناقب امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ میں تحریر کرتے ہیں۔

وادرک بالسن عشرین من الصحابة وروی عن ثمانیة منهم انتهی. (۲)

یعنی امام صاحب نے باعتبار سن کے اور عمر کے بیس صحابی پائے ہیں اور ان میں آٹھ صحابیوں سے امام صاحب نے روایت احادیث کی کی ہے

اور امام کردری لکھتے ہیں۔

اصحابه اثبتوه بالاسانید وقد جمعوا مسنداته فبلغ خمسین حدیثا یرویه الامام عن الصحابة الکرام و انشد بعضهم کفی النعمان فخرا ما رواه من الاخبار عن غرر الصحابة. (۳)

یعنی امام صاحب کے اصحاب ثابت کرتے ہیں اسانید سے اور بہ تحقیق جمع کئے ہیں ان لوگوں نے مسندات ان کی جو پہونچ گئے ہیں پچاس حدیثوں تک کہ روایت کی ہے امام صاحب نے ان کو صحابہ کرام سے اور بعضوں نے یہ شعر کہا ہے جس کے معنی یہ ہیں کافی ہے نعمان کے لئے از روئے فخر کے کہ روایت کی ہے انہوں نے اخبار عز ر صحابہ سے۔

(۱) جامع المسانید خوارزمی، جلد-۱، صفحہ-۲۲۔ (۲) مناقب امام اعظم از سید داؤد ظاہری۔

(۳) مناقب امام اعظم از علامہ کردری جلد-۱، صفحہ-۲۰۔

یہ تیسرا قول چند وجوہ سے قابل قبول معلوم ہوتا ہے اول اتفاق علما کا جیسا کہ خوارزمی کی عبارت سے معلوم ہوا دوسرے ابومعشر عبدالکریم شافعی نے ایک جزء مرویات کا امام صاحب کی تالیف کیا ہے جس میں محض وہ رواتیں لکھی ہیں جو امام صاحب نے بلا واسطہ صحابہ سے روایت کی ہیں بغیر کسی قدح کے غایت مافی الباب بعض روایت میں ضعف ہے جیسا کہ ابن حجر کی تقریر سے معلوم ہوا ہے مگر ضعف فضائل اعمال میں اور مناقب رجال میں مقبول ہے پھر کثرت طرق کیوجہ سے مضمون مشترک لقائے صحابہ کا قوی ہے تیسری وجہ یہ ہے کہ شیخ الاسلام علامہ عینی اور دیگر حنفیہ کہ جو مجتہدین اور محدثین ثقات میں سے ہیں ان سے برابر روایت کرتے ہیں اور ان کے سماع کو ثابت کرتے ہیں یہانتک کہ معلوم ہو چکا ہے کہ قریب پچاس روایتوں کے ان سے بلا واسطہ مروی ہوئے ہیں تو ان کے قول نہ ماننے کی کوئی وجہ نہیں ہے بلکہ جیسی خبر احوال سے امام صاحب کے ان کو ہوگی دوسروں کو نہیں ہوسکتی ہے کیونکہ **اهل البیت ادری بمافیہ** مشہور بات ہے اور انکار اس کا مجادلہ و مکابرہ ہو جائے گا بلکہ اگر ان کا قول نہ اختیار کیا جائے تو پھر مشکل ہے بہت سے ایمہ کے بارہ میں کیونکہ ان کے احوال ثابت انہیں کے اصحاب سے ہوتے ہیں وہ سب قابل قبول نہ رہیں گے۔ چوتھی وجہ گذر چکی ہے کہ یہ قول مثبت ہے اور وہ نافی ہے اور نافی پر مثبت مقدم ہوتا ہے۔ پانچویں وجہ یہ ہے کہ راوی ارسال مقدم ہوتا ہے راوی انقطاع پر جیسا کہ گذر چکا ہے اور یہی وجوہ ہیں جو کتب علماء میں موجود ہیں مگر چونکہ اس قدر کافی ہیں اس وجہ سے اتنی ہی پر اکتفا کی گئی ہے لیکن امام صاحب کتنے صحابہ سے ملے ہیں اور وہ کون کون صحابہ تھے اس میں بہت اختلاف ہے تفحص سے احتمال لقاء کا بیس صحابی تک معلوم ہوتا ہے جیسا کہ مقدمۂ ہدایہ میں ہے۔

وقیل ادرک بالسن عشرین صحابیا و ان لم یلق کلهم (۱)

اور کہا گیا ہے کہ امام صاحب نے باعتبار سن کے بیس صحابی پائے اگرچہ کل سے ان کی ملاقات نہیں ہے۔

اور تنسیق النظام میں ہے۔

(۱) مقدمہ ہدایہ اخیرین صفحہ-۵-

اعلم انه قد عد بعض العلماء من ادركهم الامام من الصحابة بالسن ومنهم انس بن مالك الانصاری وسعد بن سهل بن حنيف الانصاری ابا امامة وبسر بن ارطاة القرشی العامرے والسائب بن يزيد الكوفی اٰخر من مات بالمدينة من الصحابة وسهل بن سعد الساعدی واصدی بن عجلان ابا امامة الاباهلی وطارق بن شهاب البجلی الكوفی وعبد الله بن ابی اوفی وعبد الله يسر وعبد الله بن ثعلبة وعبد الله بن الحارث بن نوفل ابا محمد وعبد الله بن الحارث بن جزء ابا حارث وعتبة بن عبد السلمی وعامر بن واثله ابا الطفيل وعمر بن ابی سلمة وعمر بن حريث القرشی المخزومی وقبيصة بن ذؤيب ومالك بن حويرث ومحمود بن لبيد ومقدام بن معديكرب ومالك بن اوس وواثله بن الاسقع انتهى. (۱)

یعنی جانو بہ تحقیق بعض علما نے ان صحابہ کا شمار کیا ہے جن کو امام صاحب نے باعتبار سن کے پایا ہے ان میں سے حضرت انس بن مالک انصاری اور سعد بن سہل بن حنیف انصاری اور ابو امامہ اور بسر بن ارطاۃ قرشی عامری اور سائب بن یزید کوفی جو صحابہ میں مدینہ میں سب سے آخر میں وفات پانے والے ہیں۔ اور سہل بن سعد ساعدی اور اصدی بن عجلان اور ابو امامہ باہلی اور طارق بن شہاب بجلی کوفی اور عبداللہ بن ابی اوفی اور عبداللہ بن یسر اور عبداللہ بن ثعلبہ اور عبداللہ بن الحارث بن نوفل ابومحمد اور عبداللہ بن الحارث بن جزء ابوحارث وعتبہ بن عبد السلمی اور عامر بن واثلہ ابوالطفیل اور عمر بن ابی سلمہ اور اور عمر بن حریث قرشی مخزومی اور قبیصہ بن ذؤیب اور مالک بن حویرث اور محمود بن لبید اور مقدام بن معدیکرب اور مالک بن اوس اور واثلہ بن اسقع ہیں۔

(۱) تنسیق النظام صفحہ-۱۲۳ نوٹ-اصل ماخذ تک رسائی نہ ہوسکی

اور تبییض الصحیفہ میں ہے۔

قال الامام ابو حنیفة لقیت من اصحاب رسول الله صلی الله علیه وسلم انس بن مالک وعبد الله بن انیس وعبد الله بن جزء وجابر بن عبد الله ومعقل بن یسار واثله بن الاسقع وبنت عجرد ثم روی عن انس ثلاثة احادیث وعن ابن جزء حدیثا وعن عبد الله واثلة حدیثین وعن جابر حدیثا وعن ابن انیس حدیثا. (۱)

یعنی امام صاحب خود فرماتے ہیں کہ میں اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں سے حضرت انس بن مالک سے اور عبداللہ بن انیس سے اور عبد اللہ بن جزء اور جابر ابن عبداللہ اور معقل بن یسار اور واثلہ بن اسقع اور بنت عجرد سے ملا ہوں پھر امام صاحب نے حضرت انس سے تین حدیث روایت کی ہیں اور حضرت ابن جزء سے ایک حدیث اور حضرت واثلہ سے دو حدیثیں اور حضرت جابر سے ایک حدیث اور حضرت ابن انیس سے ایک حدیث

اور خوارزمی کہتے ہیں۔

اتفق العلماء علی انه روی عن اصحاب رسول الله صلی الله علیه وسلم لکنهم اختلفوا فی عددهم فمنهم من قال ستة وامرأة ومنهم من قال خمسة وامرأة ومنهم من قال سبعة وامرأة اما علی القول الاول فهم انس بن مالک وعبد الله بن انیس وعبد الله بن الحارث ابن جزء الزبیدی وجابر بن عبد الله ابن ابی اوفی وواثله بن الاسقع

یعنی ہمارے علما کا اس بات پر تو اتفاق ہے کہ امام صاحب نے صحابہ سے روایت کی ہے مگر اختلاف عدد میں انکے ہے پس بعضے کہتے ہین کہ چھ مرد ہیں اور ایک عورت اور بعضے کہتے ہیں کہ پانچ مرد ہیں اور ایک عورت اور بعضے کہتے ہیں ساتھ مرد ہیں اور ایک عورت لیکن بنا بر قول اول کے وہ لوگ حضرت انس رضی اللہ عنہ بن مالک اور عبد اللہ بن انیس اور عبداللہ بن حارث بن جزء اور جابر بن عبداللہ اور عبداللہ بن ابی اوفی

(۱) قال ابو حنیفة لقیت من اصحاب رسول الله صلی الله علیه وسلم انس بن مالک و عبد الله بن جزء الزبیدی و جابر بن عبدالله و معقل بن یسار و واثله بن الاسقع و عائشة بنت عجرد رضی الله عنهم. تبییض الصحیفہ صفحہ ۳۳۔ اصل عبارت یہ ہے۔

وبنت عجرد اما علی القول الثالث فیزاد معقل بن یسار واما علی القول الثانی فیخرج جابر ومعقل بن یسار انتهی. (۱)

اور واثلہ بن اسقع اور بنت عجرد ہیں اور بنا بر قول ثالث کے معقل بن یسار زیادہ کئے جاتے ہیں اور بنا بر قول ثانی کے جابر ومعقل بن یسار خارج کئے جاتے ہیں

اور ابراز الغیؔ میں حضرت اخی واستاذی فخر الہند مولانا مولوی حاجی ابوالحسنات محمد عبدالحی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

اقول صاحب المدینة بسط الکلام فی امکان الرویة واثبات المعاصرة والملاقاة وهو مصیب فی ذالک علی ما فصلناه لک وعبارته هکذا قد اتفق المحدثون علی ان اربعة من الصحابة کانو علی عهد الامام ابی حنیفة فی الحیوٰة وان اختلوا فی روایته عنهم. (۲)

یعنی میں کہتا ہوں صاحب مدینۃ العلوم نے بسط کے ساتھ کلام کیا ہے امکان رویت اور اثبات معاصرت اور ملاقات میں اور وہ اس میں صواب پر ہے بنا بر اس کے کہ جس کی تفصیل کر چکا ہوں اور عبارت صاحب مدینہ کی اسطرح پر ہے بہ تحقیق اتفاق کیا ہے محدثوں نے اس پر کہ چار صحابی زمانہ میں امام ابوحنیفہ کے زندہ تھے اگر چہ اختلاف کیا ہے علماء حدیث نے روایت کا امام کی ان سے۔

منهم انس وهو اٰخر من مات من الصحابة بالبصرة توفی سنة احدی او ثلاث وتسعین فیکون الامام یوم وفاته ابن ثلث او احدی عشرة. (۳)

ان چاروں میں سے حضرت انس رضی اللہ عنہ ہیں وہ آخر صحابہ ہیں جنہوں نے بصرہ میں انتقال کیا سنہ اکانوے یا ترانوے میں پس امام صاحب ان کی وفات کے روز تیرہ برس یا گیارہ برس کے ہونگے۔

(۱) جامع المسانید خوارزمی جلد-۱، صفحہ-۲۲ (۲) ابراز الغیؔ۔ نوٹ-اصل ماخذ تک رسائی نہ ہوسکی
(۳) ملخصاً المناقب للکردری، جلد-۱، صفحہ-۶

ومنهم عبد الله بن ابی اوفی وهو اٰخر من مات من الصحابة بالكوفة توفی بها سنة ست اوسبع وثمانین فلایکون الامام وقت وفاته اقل من خمس سنة وهو سن السماع عند المحدثین لانهم قبلوا روایة محمود بن الربیع عن النبی حیث عقلت منه مجة مجها فی وجهی وانا ابن خمس سنین ومن غرائب هذا الباب ماروی عن ابراهیم بن سعد الجوهری قال رأیت صبیاابن اربع سنین حمل الی المامون وقد قرأ القرأن غیر انه اذا جاع بکے وعن القاضی ابی محمد الاصفهانی قال حفظت القرأن وا نا ابن خمس سنین . (۱)

ومنهم سهل بن سعد الساعدی مات بالمدینة احدیٰ وتسعین اوثمان وثمانین وهو اٰخر من مات بالمدینة والامام مالک ادرک زمانه وان لم یرو منه. (۲)

اوران چار صحابیوں میں سے جن کوامام صاحب نے پایا ہے عبداللہ بن ابی اوفی ہیں وہ آخر صحابہ ہیں جنہوں نے کوفہ میں وفات پائی سنہ چھیاسی یا ستاسی میں پس امام صاحب ان کی وفات کے وقت پانچ برس سے کم عمر نہ ہونگے اور یہ سن سماع ہے محدثین کے نزدیک اس وجہ سے کہ محدثین نے محمود بن ربیع کی روایت قبول کی ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے وہ کہتے ہیں کہ مجھے یاد ہے وہ کلی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے منہ پر ڈالے تھے اور میں پانچ برس کا تھا اور نادر بات ہے جو ابراہم بن سعد سے روایت کی جاتی ہے کہتے ہیں میں نے دیکھا ایک بچہ جو چار برس کا تھا گود میں مامون رشید کے پاس لایا گیا اور وہ قرآن پڑھتا تھا مگر جب بھوکا ہوتا تو روتا اور قاضی ابی محمد اصفہانی سے روایت ہے کہا انہوں نے کہ میں نے قرآن حفظ کیا اور میں پانچ برس کا تھا۔

اوران چاروں صحابہ میں سے تیسرے صحابہ سہل بن سعد ساعدی ہیں جنہوں نے مدینہ طیبہ میں سنہ ۹۱ھ یا ۸۸ھ میں وفات فرمائی اوروہ آخر صحابہ ہیں جنہوں نے مدینہ میں وفات کی اور امام مالک نے ان کا زمانہ پایا اگرچہ روایت ان سے نہیں کی۔

(۱) ملخصاً از المناقب للکردری، جلد-۱، صفحہ-۱۰ (۲) ایضاً صفحہ-۱۱، ردالمحتار، جلد-۱، صفحہ۱۶۴۔

ومنهم ابو الطفیل مات بمکة سنة اثنین ومائة وهو اخر من مات فی جمیع الارض من الصحابة والامام ادرک زمانه لا محالة وقال بعض المحدثین انه لم یره واصحاب المناقب ذکروا باسانید هم انه رای وقد ثبت ان الامکان ثابت والناقل عدل والمثبت اولی من النافی. (۱)

وهٰؤ لاء الذین ذکرنا هم الذین غلب الظن علی ان الامام لقیهم وتحقق ادرک زمانهم. (۲)

ومنها رجال شک القوم فی ان الامام ادرک زمانهم فهم معقل بن یسار لان معقلا توفی بالبصرة سنة سبع وستین او سبعین وولادة الامام سنة ثمانین اللهم الاعلی قول من قال ان الامام ولد سنة احدی وستین. (۳)

یعنی ان چار صحابہ میں سے چوتھے حضرت ابوالطفیل ہیں مکہ میں وفات فرمائی سنہ ایکسو دو میں آخر ہیں سب صحابہ کے جنہوں نے زمین بھر میں وفات فرمائی امام صاحب نے ان کا زمانہ لامحالہ پایا اور بعض محدثین کہتے ہیں کہ امام صاحب نے ان کو نہیں دیکھا اور اصحاب مناقب نے ذکر کیا ہے اپنی سندوں سے کہ امام صاحب نے ان کو دیکھا اور بہ تحقیق ثابت ہوگیا ہے کہ امکان امر ثابت ہے اور ناقل عدل ہے اور مثبت اولی ہے نافی سے۔

اور یہ وہ صحابہ ہیں جن کو ہم نے ذکر کیا ہے جن پر گمان غالب ہے کہ امام صاحب ان سے ملے اور محقق ہوگیا ہے کہ امام صاحب نے ان کا زمانہ پایا۔

اوراس جگہ چندلوگ ہیں جن کے زمانہ پانے میں امام صاحب کے قوم نے شک کیا اوران میں سے معقل بن یسار ہیں شک اس وجہ سے ہے کہ معقل نے بصرہ میں ۶۷ھ یا ۷۰ھ میں وفات کی اور امام صاحب کی ولادت ۸۰ھ میں ہے مگر قول پر اس شخص کے جو کہتا کہ امام صاحب کی ولادت ۶۱ھ میں ہوئی ہے معقل کا زمانہ پانا ثابت ہے۔

(۱) ملخصاً از المناقب للکردری، جلد-۱، صفحہ-۱۲ (۲) ایضاً صفحہ-۱۴، (۳) ایضاً صفحہ-۱۵،

میں کہتا ہوں کہ اگر اس قول کو اختیار کریں تو بہت سے صحابہ کے پانے کا زمانہ ثابت ہو جائے گا۔

ومنهم جابر بن عبد الله فانه مات بالمدينة سنة سبع اوثمان وسبعين. (۱)

ان میں سے حضرت جابر بن عبداللہ ہیں کہ انہوں نے مدینہ میں وفات فرمائی ۷۷ھ یا ۷۸ھ میں۔

ومنهم عبد الله بن انيس قيل لقيه وروى عنه الا ان فيه اشكالا اذ قد اجمع اهل التاريخ انه مات بالمدينة سنة اربع وخمسين قبل ولادة الامام. (۲)

ان میں سے عبداللہ ابن انیس ہیں کہا گیا ہے ان سے امام صاحب ملے اور ان سے روایت کی ہے مگر اس میں ایک اشکال ہے اس وجہ سے کہ اہل تاریخ نے اجماع کیا ہے کہ عبداللہ بن انیس مدینہ میں ۵۴ھ میں وفات کر گئے قبل ولادت امام صاحب کے۔

ومنهم عايشة بنت عجرد وقيل لقيه الامام وروى عنه (۳)

اور ان میں سے عائشہ بنت عجرد ہیں اور کہا گیا ہے کہ امام صاحب ان سے ملے اور روایت کی ہے

اور الخیرات الحسان میں ابن حجر مکی لکھتے ہیں۔

وذكر جماعة ممن صنف فى المناقب وغيرهم انه سمع ايضا من جماعة من الصحابة غير انس. (۴)

یعنی ذکر کیا ہے ایک جماعت نے ان لوگوں کی جنہوں نے مناقب تصنیف کئے ہیں کہ امام صاحب نے سماعت حدیث بھی حاصل کی ہے ایک جماعت صحابہ انس رضی اللہ عنہ بن مالک کے سوا بھی

(۱) ملخصاً از المناقب للکردری، جلد-۱، صفحہ-۱۷، ۱۸ (۲) ایضاً صفحہ-۱۸، ۱۹۔
(۳) ایضاً صفحہ-۱۹، ۲۰۔ (۴) الخیرات الحسان، صفحہ-۳۳۔

یعنی انس ابن مالک سے تو سماع ثابت ہی ہے اور بھی ایسے صحابہ ہیں جن سے اہل مناقب سماع ثابت کرتے ہیں۔

منهم عمرو بن حريث واعترض بان الصحيح انه مات سنة خمس وثمانين والقول بانه عاش الى سنة ثمان وتسعين لم يثبت واجيب بان الصواب الذى عليه جمهور المحدثين واستقر عليه العمل ان الصغير اذا يتميز (۱) به صح سماعه وان كان ابن خمس سنين.

ان صحابہ میں سے جن سے سماع ثابت کی جاتی ہے عمر بن حریث ہیں اور اعتراض کیا گیا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ انہوں نے وفات فرمائی ۸۵ھ میں اور یہ قول کہ وہ ۹۸ھ تک زندہ رہے صحیح نہیں ہے اور جواب دیا گیا ہے کہ صواب یہی ہے جس پر جمہور محدثین ہیں اور عمل مقرر ہے کہ بچہ جس وقت تمیز کر سکتا ہو تو اس کی سماع صحیح ہے اگرچہ پانچ برس کا ہو۔

ومنهم عبد الله بن انيس الجهنى واعترض بانه مات سنة اربع وخمسين واجيب بان هذا اسم لخمسة من الصحابة فلعل من روى عنه ابو حنيفة واحد غير الجهنى المشهور وردّبان غير هذا لم يدخل الكوفة.

ان میں سے عبداللہ بن انیس جہنی ہیں اور اعتراض کیا گیا ہے کہ وہ ۵۴ھ میں انتقال کر گئے جواب دیا گیا ہے کہ یہ نام پانچ صحابیوں کا تھا شاید کہ جن سے امام صاحب نے روایت کی وہ غیر جہنی مشہور ہوں اور رد کیا گیا ہے یہ جواب کہ غیر جہنی مشہور کوفہ میں نہیں آئے ہیں۔

واخرج بعضهم بسنده الى ابى حنيفة قال: ولدت سنة ثمانين وقدم عبد الله بن انيس صاحب رسول الله صلى الله عليه وسلم

اور بعض اپنی سند سے امام ابوحنیفہ سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا میں پیدا ہوا ۸۰ھ میں اور عبداللہ بن انیس صاحب رسول اللہ ﷺ کوفہ میں ۹۴ھ میں آئے

(۱) اصل کتاب میں یہ ہے: اذا ميز صح سماعه-۱۲۔

الكوفة سنة اربع وتسعين ورأيته وسمعت منه عن رسول الله ﷺ حبك الشيء يعمي ويصم واعترض بان هذا السند مجهول وبان الذى دخل الكوفة ابن انيس الجهني وقد تقرر انه مات قبل ولادة ابى حنيفة بدهر.

اور میں انکو دیکھا اوران سے سنا کہ وہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے تھے کہ محبت تیری کسی شے کے ساتھ ہواندھا کردیتی ہےاور بہرا کردیتی اوراعتراض کیا گیا ہے کہ یہ سند مجہول ہے اور جو کوفہ میں آئے تھے وہ ابن انیس جہنی تھے اور یہ تحقیق ثابت ہوگیا ہے کہ وہ ایک زمانہ قبل ولادت امام ابوحنیفہ کے وفات کرچکے تھے۔

ومنهم عبد الله بن الحارث بن جزء الزبيدى بفتح الجيم وسكون الزاى بالهمزة والزبيدى بضم الزاى مصغرا و اعترض بانه مات سنة ست وثمانين بمصر اى بسقط ابى تراب قرية من الغربية قريب سمنود والمحلة وكان مقيما بها.

اوران میں سے عبداللہ بن حارث بن جزء زبیدی ہیں جیم کو فتح ہے اورزا ساکن ہے اوراس کے بعد ہمزہ ہے اورزبیدی کی زا کو ضمہ ہے اور مصغر ہے اوراعتراض کیا گیا ہے کہ انہوں نے وفات فرمائی ۸۶ھ میں مصر میں یعنی سقط ابی تراب میں جو غربی جانب کا دیہات ہے قریب سمنود اورمحلّہ کے اورعبداللہ وہیں مقیم تھے۔

واما ماجاء عن ابى حنيفة من انه حج مع ابيه سنة ست وتسعين وانه رأى عبد الله هٰذا يدرس بالمسجد الحرام وسمع منه حديثا فرده جماعة منهم الشيخ قاسم الحنفى من مشائخ مشائخنا

اورلیکن جومروی ہوا ہے امام صاحب سے کہ انہوں نے حج کیا اپنے باپ کے ساتھ ۹۶ھ میں اورانہوں نے دیکھا انہیں عبداللہ کو کہ مسجد حرام میں درس دیتے ہیں اور سنا ان سے حدیث تو اس کی رد ایک جماعت نے کردی ہے ان میں سے شیخ

تنویر الصحیفہ فی تابعیۃ ابی حنیفہ

بان سند ذالك فيه قلب وتحريف وفيه كذاب اتفاقا وبان ابن جزء مات بمصر ولابى حنيفة ست سنين وبان عبد الله بن جزء لم يدخل الكوفة فى تلك المدة.

قاسم حنفی ہیں میرے استادوں کے استاد اس طور پر ردکی ہے کہ ابن جزء نے وفات فرمائی مصر میں اور امام ابوحنیفہ چھ برس کے تھے اورعبداللہ بن جزء کبھی کوفہ میں نہیں داخل ہوئے اس مدت میں۔

ومنهم جابر بن عبد الله واعترض بانه مات سنة تسع وسبعين قبل ولادة ابى حنيفة بسنة ومن ثمة قالوا فى الحديث المروى عن ابى حنيفة عن جابر انه ﷺ امر من لم يرزق ولدا بكثرة الاستغفار والصدقة ففعل فولد له تسعة ذكور انه حديث موضوع.(۱)

ان میں سے جابر بن عبداللہ ہیں اوراعتراض کیا گیا ہے کہ انہوں نے وفات فرمائی ۷۹ھ میں ایک سال قبل ولادت امام صاحب کے اسی وجہ سے کہتے ہیں اس حدیث میں جومروی ہے ابی حنیفہ سے اور وہ روایت کرتے ہیں جابر سے کہ آنحضرت ﷺ نے حکم فرمایا اس شخص کو کہ جس کا لڑکا نہیں ہوا تھا کہ استغفار کرے اورصدقہ دے کثرت سے جب اس نے یہ کیا تو نو لڑکے ہوئے کہ یہ حدیث موضوع ہے

میں کہتا ہوں کہ وضع حدیث محض اتنی ہی بات سے ثابت نہیں ہوتی ہے بلکہ غایت مافی الباب یہ کہا جائے کہ امام صاحب نے کوئی واسطہ چھوڑ دیا ہوگا یا اگر بسند صحیح ہے تو یہ حدیث اس قول کی مؤید ہوجائے گی جس سے ثابت ہوتا ہے کہ امام صاحب قبل ۸۰ھ کے پیدا ہوئے ہیں۔

ومنهم عبد الله بن ابى اوفى تعقب بانه مات سنة خمس او سبع وثمانين واجيب بما مر فى عمرو بن حريث. (۲)

اوران میں سے عبداللہ بن ابی اوفی ہیں اوراعتراض کیا گیا کہ انہوں نے وفات فرمائی ہے ۸۵ھ یا ۸۷ھ میں اوروہی جواب اس کا ہے جو عمرو بن حریث کے بارہ میں دیا گیا ہے کہ پانچ برس کے سن میں بھی اگر تمیز لڑکے کو ہوتو اس کی سماع ثابت ہوجاتی ہے۔

(۱) الخیرات الحسان، صفحہ-۳۴-۳۳-ردالمحتار، جلد-۱، صفحہ-۱۶۴ (۲) ایضاً

تنویر الصحیفہ فی تابعیۃ ابی حنیفہ

ومن ثمة جاء عن ابی حنيفة انه روی عن عبد الله هذا الحديث المتواتر من(۱) بنى لله مسجدالحديث قال بعضهم لعل ابا حنيفة سمعه منه وعمره خمس او سبع.

اسی جگہ سے مروی ہوا ہے امام صاحب سے کہ انہوں نے روایت کی عبد اللہ سے یہ حدیث متواتر کہ جس نے خدا کے لئے مسجد بنوائی اللہ اس کے لئے جنت میں گھر بنا دیتا ہے کہا بعض محدثوں نے کہ شاید امام صاحب نے سنا ہو ان سے اور امام صاحب کی عمر پانچ یا سات برس کی ہو۔

ومنهم واثلة بكسر المثلثة ابن الاسقع بالقاف روی عنه حديثين لاتظهر الشماتة باخيك فيعافيه الله ويبتليك دع ما يريبك الى مالا يريبك الاول رواه الترمذی من وجه اٰخر وحسنه والثانی جاء من رواية جمع من الصحابة وصححه الائمه اعتراض بانه مات سنة ثلث او خمس وثمانين جوابه مامر اٰنفا.

اور ان میں سے واثلہ (زیر ہے ث کو) ابن الاسقع ہیں (قاف کے ساتھ) روایت کیا ہے امام صاحب نے ان سے دو حدیثیں پہلی حدیث ترمذی نے دوسری وجہ سے روایت کی اور اسکو حسن کہا ہے اور دوسری حدیث ایک جماعت سے صحابہ کی مروی ہوئی ہے اور ائمہ حدیث نے اس کی تصحیح کی ہے اور اعتراض کیا گیا اس پر کہ حضرت واثلہ نے ۸۳ھ یا ۸۵ھ میں وفات فرمائی اور جواب اس کا پہلے ذکر ہو چکا ہے۔

ومنهم معقل بن يسار واعترض بانه مات فی امارة معاوية رضی الله عنه ومعاوية مات سنة ستين.

اور ان میں سے معقل بن یسار ہیں اور اعتراض کیا گیا ہے کہ انہوں نے امارت میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات فرمائی اور حضرت معاویہ نے ۶۰ھ میں وفات فرمائی ہے۔

(۱) پوری عبارت یہ ہے۔ من بنی لِلّٰہِ مسجداً و لوكمفحص قطاة ای بفتح الميم بنى الله له بيتاً فی الجنة-۱۲۔

ومنهم ابو الطفيل عامر بن واثلة ووفاته سنة ثنتين ومائة بمكة وهو اٰخر الصحابة موتا.

اور ان میں سے ابو الطفیل ہیں کہ انہوں نے وفات فرمائی ۱۰۲ھ میں مکہ میں اور وہ آخر میں سب صحابہ کے وفات کر گئے۔

ومنهم عائشة بنت عجرد واعترض بان حاصل كلام الذهبی وشيخ الاسلام ابن حجر ان هذه لاصحبة لها وانها لاتكاد تعرف وبذالک رد ماروی ان ابا حنيفة روی عنها هذا الحديث الصحيح واكثر جند الله تعالى فی الارض الجراد لا اكله ولا امر به.(۱)

اور ان میں سے عائشہ بنت عجرد ہیں اور اعتراض کیا گیا ہے کہ حاصل کلام ذہبی اور شیخ الاسلام ابن حجر کا یہ ہے کہ ان بی بی کو صحبت رسول ﷺ حاصل نہ تھی اور یہ پہچانی نہیں جاتی ہیں اسی وجہ سے رد کی گئی ہے جو روایت ہے کہ امام صاحب نے ان سے یہ حدیث صحیح روایت کی ہے اللہ کا اکثر لشکر زمین میں ٹڈیاں ہیں نہ میں ان کو کھاؤں گا اور نہ اس کا حکم کروں گا۔

ومنهم سهل بن سعد ووفاته سنة ثمان وثمانين وقيل بعدها.

اور ان میں سے سہل بن سعد ہیں اور وفات ان کی ۸۸ھ میں ہوئی ہے اور کہا گیا ہے بعد اس سال کے وفات فرمائی ہے۔

ومنهم السائب بن خلاد بن سويد ووفاته سنة احدى وتسعين.

اور ان میں سے سائب بن خلاد ہیں اور وفات ان کی ۹۱ھ میں ہوئی ہے۔

ومنهم السائب بن يزيد بن سعيد ووفاته سنة احدى او اثنتين او اربع وتسعين.

اور ان میں سے سائب بن زید بن سعید ہیں اور وفات ان کی ۹۱ھ یا ۹۲ھ یا ۹۴ھ میں ہے۔

ومنهم عبد الله بن بسرة ووفاته سنة ست وتسعين.

اور ان میں سے عبد اللہ بن بسرہ ہیں اور وفات انکی ۹۶ھ میں ہے۔

ومنهم محمود بن الربيع ووفاته سنة تسع وتسعين.

اور ان میں سے محمود بن الربیع ہیں اور وفات ان کی ۹۹ھ میں ہوئی۔

(۱) بعض نسخوں میں ولا احرمہ کا لفظ ہے-۱۲۔

ومنهم عبد الله بن جعفر واعترض بانه مات سنة ثمانين بارض حمص.

اوران میں سے عبداللہ ابن جعفر ہیں اور اعتراض کیا گیا ہے کہ انہوں نے وفات فرمائی ۸۰ھ میں ارض حمص میں۔

ومنهم ابو امامة واعترض بانه مات سنة احدی وثمانين بارض حمص. (۱)

اوران میں سے ابوامامہ ہیں اوراعتراض کیا گیا ہے کہ انہوں نے وفات فرمائی ۸۱ھ میں

تمام ہوئی عبارت علامہ ابن حجر مکی کی۔

ان اعتراضوں کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض تو ایسے ہیں جن کا جواب دیدیا گیا ہے بعض وہ ہیں جن کے جواب سے سکوت کیا گیا ہے ان میں سے دوطرح کے اعتراض ہیں ایک تو قابل تسلیم جیسے وہ صحابہ جن کی وفات قبل ولادت امام صاحب کے ہوئی گوان کا بھی جواب ممکن ہے کہ وفیات کی مختلف روایتیں ہیں اگر ایک روایت کے اعتبار سے قبل ولادت انتقال ہوا ہے تو دوسری وایت کے اعتبار سے بعد میں ہوا ہے اسی طرح سنہ ولادت بھی امام صاحب کا مختلف مروی ہوا ہے مگر یہ جواب تحقیق سے گراہوا ہے اور منصف مزاج محقق اسکوتسلیم نہیں کرسکتے ہیں البتہ وہ اعتراض کہ جس کی بنا صرف اس امر پر ہے کہ امام صاحب جب صغیر سن (کم عمر) تھے صحابہ کوفہ میں موجود نہ تھے اس کا جواب ممکن اس صورت میں ہے کہ امکان لقا ہے اور امکان امر ثابت ہے کیونکہ چھ سات برس کے لڑکے کا سفر میں جانا اس زمانہ میں بعید نہ تھا علاوہ اس کے امام صاحب کا سفر کرنا اپنے والد کے ساتھ ثابت ہے اوران کے والد بھی تاجر تھے اور اس زمانہ کی تجارت بھی یہی تھی کہ ایک ملک سے اشیاء لائے جائیں اور دوسری جگہ فروخت کئے جائیں ایسی حالت میں امام صاحب کا خود جانا صغرسنی مین مصر وبصرہ وحمص ومدینہ ومکہ وغیرہ میں ممکن ہے پس امکان ثابت ہوا اور امکان امر ثابت نافی پر مقدم ہے۔

الحاصل امام صاحب کی ملاقات کتنے صحابی سے ہوئی احتمال تو قریب بیس بائیس صحابہ کا ہے اور بظن غالب چار پانچ صحابی ہیں جن کی ملاقات ہوئی اور قریب اور یقین ہے کہ حضرت انس اور حضرت ابوالطفیل رضی اللہ عنہما سے ملاقات امام صاحب کی ہوئی اور امر مشترک کہ جس

(۱) الخیرات الحسان، ابن حجر مکی صفحہ-۳۴/۳۵ (بیروت ایڈیشن)

پر دارومدار تابعیت کا ہے یہ ہے کہ امام صاحب نے صحابہ کو دیکھا باوجود دلالت عقل ونقل واتفاق ائمہ محدثین حنفیہ وغیر حنفیہ واتحاف بالقرائن ہونے کے متواتر المعنی موجب علم قطعی ویقین کو ہے مانا کہ حنفیہ کا قول اس میں معتبر نہو کہ امام صاحب نے کوئی روایت صحابہ سے نقل کی باوجود کہ ثقات نے ان کے قول کو قبول کیا اور **اهل البيت ادری بمافيه** مشہور ومقبول عندالخاص والعام ہے تب بھی بنا بر قول جمہور اہل حدیث (محدثین) کے امام صاحب کو حاصل ہے اور تحقیق اس کی کہ تابعیت کے لئے محض رویت صحابی کافی ہے کتب اصول وحدیث میں مشرح موجود ہے حاجت بیان کی نہیں تاہم اطمینان قلب کے لئے مختصر اقوال ائمہ حدیث کے لکھے جاتے ہیں شرح نخبہ میں ہے۔

التابعی وهو من لقی الصحابی كذالك وهذا متعلق باللقی وما ذكر معه الاقيد الايمان به فذالك خاص بالنبی صلی الله عليه وسلم وهذا هو المختار خلافا لمن اشترط فی التابعی طول الملازمة او صحة السماع او التمييز انتهی. (۱)

یعنی تابعی وہ ہے جو صحابی سے ملا ہو جس طرح کہ صحابہ ملے ہیں کذالک متعلق ہے لقی کے اور جوان کے ساتھ امور ذکر کئے گئے ہیں ان کے متعلق ہے مگر قید ایمان کے ملنے والے کے ساتھ تو یہ مخصوص ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اور یہی تعریف مختار ہے خلاف کرکے اس شخص کے جس نے تابعی کے لئے شرط کی ہے طول ملازمت کی یا صحت سماع کی یا تمیز کی

ہذا ہو المختار کے تحت میں ملاعلی قاری کا قول مذکور ہو چکا ہے یعنی۔

قلت وبه يندرج الامام الاعظم فی سلك التابعين الخ. ....(۲)

کہتا ہوں کہ اسی سبب سے امام صاحب سلک تابعین میں داخل ومندرج ہیں

اور فتح المغیث میں علامہ سخاوی تحت قول علامہ زین الدین عراقی صاحب الفیۃ الحدیث کے لکھتے ہیں۔

(۱) نزہۃ النظر فی توضیح نخبۃ الفکر۔ صفحہ-۱۸۵۔ (۲) ایضاً

والتابع الملاقی لمن قد صحبا النبی صلی اللہ علیہ وسلم احدافاکثر سواء کانت الرویہ من الصحابی بہ نفسہ حیث کان التابعی اعمیٰ اوبا لعکس او کانا جمیعا کذالک ویصدق انہما تلاقیا وسواء کان ممیزا ام لا سمع منہ ام لا انتہی. (۱)

تابعی وہ شخص ہے جس نے ملاقات حاصل کی ہو اس شخص سے جس کو صحبت حاصل ہوئی ہو نبی صلی اللہ وعلیہ وسلم کی ایک ہی صحابی سے ملاقات ہو یا اکثر سے خواہ رویت صرف صحابی کی جانب سے ہو جبکہ تابعی نابینا ہو یا عکس اس کا ہو یعنی صحابی نابینا ہوں یا دونوں ایسے ہی ہوں اس وجہ سے کہ ان پر صادق آتا ہے کہ دونوں آپس میں ملے اور چاہے تمیز رکھتا ہو یا نہ برابرا ہے کہ سماعت حاصل ہوئی ہو یا نہوئی ہو

اسکے بعد چندلوگوں کے نام سخاوی نے لکھے ہیں جن کے لئے بھی اتفاق سے وہی اقوال ائمہ حدیث نے لکھے ہیں جوامام صاحب کی شان میں کہے ہیں باوجوداس کے مثل مسلم وابن ماجہ وغیرہ انکوتابعین میں شمار کرتے ہیں ان میں سے اعمش کولکھا ہے کہ ان کے لئے ترمذی کہتے ہیں۔

لم یسمع من احد من الصحابة .

یعنی نہیں سماعت حاصل ہوئی ان کو کسی ایک صحابی سے

اور مسلم اور ابن ماجہ اور عبدالغنی بن سعد نے ان کوتابعین سے شمار کیا ہے اسی طرح پر عبد الغنی نے جریر بن حازم کوتابعین سے شمار کیا ہے اس وجہ سے کہ انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو دیکھا اور ابن حبان نے ان کوداخل کیا ہے تابعین میں صرف رویت عمرو بن حریث کی وجہ سے اور یحیٰ بن کثیر داخل کئے گئے ہیں تابعین میں باوجود کہ قول حاتم کا ہے۔

(۱) فتح المغیث علامہ سخاوی ج ۳، صفحہ ۱۲۳۔ (بیروت ایڈیشن)

اصل عبارت یوں ہے: (فالتابع) یقال لہ التابعی ایضاً و کذا التبع و یجمع علیہ ایضاً کذا علی اتباع ھو (الاقی لمن قد صحبا) النبی صلی اللہ علیہ وسلم واحدا فاکثر سواء کانت الرؤیة من الصحابی نفسہ حیث کان التابعی اعمیٰ او بالعکس او کان جمیعاً کذالک یصدق انہما تلاقیا و سواء کان ممیزا ام لا سمع منہ ام لا—۱۲

انہ لم یدرک احداً من الصحابة الا انسا راہ رؤیة

یعنی انہوں نے کسی صحابی کونہیں پایا مگر یہ کہ انس بن مالک کوایک باردکھا ہے

اب یہاں سے جو منصف مزاج ہے اس کے نزدیک تابعیت امام صاحب میں کسی قسم کا شک نہیں چنانچہ تصریح سے ائمہ اہل حدیث (محدثین) نے خودامام صاحب کوتابعین میں لکھا ہے جن کے مختصر اقوال آگے آتے ہیں اسی کتاب میں سخاوی لکھتے ہیں۔

وھذا مصیر منھم الی الاکتفاء بالرویة کالصحابی ولذا قال بعضھم رویة الصالحین بلا شک لھا اثر عظیم فکیف برؤیة سید الصالحین فاذا راٰہ مسلم لحظة دل ذالک علی الاستقامة لانہ باسلامہ متھیٔ للقبول فاذا قابل ذالک النور العظیم اشرق علیہ یظھر اثرہ فی قلبہ و علی جسدہ انتھی. (۱)

یعنی یہ جومسلم وغیرہ نے شعبی وغیرہ کوتابعین میں داخل کیا ہے رجوع ان کی اس طرف ہے کہ رویت صحابی محض تابعین میں کافی ہے صحابی کی طرح سے اسی وجہ سے بعض محدثوں نے کہا ہے اچھے لوگوں کو دیکھنے میں بلاشک ایک اثر عظیم ہے۔ پس کیونکر اثر نہو گا دیکھنے میں سادات الصالحین کے یعنی صحابہ تو نیکوں کے سردار ہیں ان کے دیکھنے میں کیونکر نہ اثر ہوگا پس جب کسی مسلم نے ایک لحظہ ان کو دیکھا یہ دیکھنا اس کا دلالت کرتا ہے اس کی استقامت پر اس وجہ سے کہ اسلام کے باعث وہ مستعد قبول ہوگیا تھا پس جب مقابل ہوا اس نور عظیم سے اور چمکا اس پر ظاہر ہوگا اثر اس کا اس کے قلب میں اور اس کے جسد پر

اور تدریب الراوی میں علامہ جلال الدین سیوطی لکھتے ہیں۔

ھو من لقیہ وان لم یصحبہ کما قیل فی الصحابی وعلیہ الحاکم قال ابن الصلاح وھو اقرب قال المصنف وھو الاظھر قال العراقی

یعنی تابعی وہ ہے جو صحابی سے ملا ہو اگرچہ صحبت صحابی کی نہ ہوئی ہو جیسا کہ صحابی کے بارہ میں کہا گیا ہے اسی مذہب پر حاکم ہیں ابن صلاح نے کہا ہے

(۱) فتح المغیث علامہ سخاوی ج ۳، صفحہ ۱۲۳۔

وعليه عمل الاكثرين من اهل الحديث انتهى. (۱)

یہی مذہب نزدیک تر ہے صواب کے کہا مصنف نے یعنی نووی نے کہ یہی مذہب ظاہر تر ہے یعنی باعتبار دلائل کے عراقی نے کہا اسی مذہب پر عمل اکثر ائمۂ حدیث کا ہے

اس کے بعد علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے مثل سخاوی کے نظائر لکھے ہیں کہ محض رویت سے بغیر ثبوت سماع اور بلا تمیز کے زمرۂ تابعین میں بہت اشخاص داخل کر لئے گئے ہیں اب ظاہر ہو گیا کہ قاعدہ سے محدثین کے امام صاحب کا تابعی ہونا متحقق ہے جس قول کو اختیار کیجئے خواہ محققین اہل حدیث کا قول لیجئے خواہ جمہور حنفیہ کا اسی وجہ سے اکثر اہل حدیث نے تصریح سے ان کو تابعین میں داخل کیا ہے۔

چنانچہ ارشاد الساری شرح صحیح بخاری میں قسطلانی لکھتے ہیں۔ یعنی یہی کہ جائز ہے نماز ایک کپڑے میں اگر ستر چھپ جائے۔

وهذا مذهب الجمهور من الصحابة كابن عباس وعلى ومعاية وانس وخالد بن وليد وابى هريرة وعائشة وام هانى ومن التابعين الحسن البصرى وابن سيرين والشعبى وابن المسيب وعطاء وابى حنيفة انتهى. (۲)

جمہور صحابہ کا مذہب ہے جیسے عبداللہ بن عباس اور حضرت امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہ اور امیر المؤمنین حضرت معایہ اور حضرت انس بن مالک اور حضرت خالد بن الولید اور حضرت ابوہریرہ اور حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ اور ام ہانی رضوان اللہ علیہم اجمعین کا مذہب ہے اور تابعین میں سے امام حسن بصری اور محمد بن سیرین اور عامر شعبی اور سعید بن المسیب اور عطا بن ابی رباح اور امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین ہیں

اور قول ابن حجر اور عراقی کا اوپر گذر چکا ہے کہ وہ ایک جماعت صحابہ کو دیکھنے کے قائل ہیں اور زمرۂ تابعین میں داخل کرتے ہیں۔

(۱) تدریب الراوی علامہ سیوطی۔ ج۱، صفحہ ۲۰۶۔ (۲) ارشاد الساری علامہ قسطلانی ج۱، صفحہ ۳۹۰۔

چنانچہ ولی عراقی کہتے ہیں۔

فمن اكتفى فى التابعين بمجرد روية الصحابة يجعله تابعيا. (۱)

یعنی جس نے کافی سمجھا تابعین میں مجرد دیکھ لینا صحابہ کو تو وہ امام صاحب کو تابعین سے گردانتا ہے

جیسا کہ ابھی ہم ثابت کر آئے ہیں کہ ائمہ حدیث جن میں عراقی بھی ہیں قائل اسی کے ہیں اور شیخ الاسلام حافظ ابن حجر کا قول بھی اوپر ذکر ہو چکا ہے جسکا ایک ٹکڑا یہ ہے۔

فهو بهذ الاعتبار من طبقة التابعين ولم يثبت ذالك لاحد من ايمة الاعصار المتاخرين.

پس وہ یعنی امام صاحب اس اعتبار سے طبقہ تابعین میں ہیں اور یہ بات ثابت نہیں ہوئی ان کے زمانہ کی ائمہ میں سے کسی ایک کے لئے

اور علامہ ابن حجر مکی الخیرات الحسان میں لکھتے ہیں۔

وحينئذ فهو من اعيان التابعين الذين شملهم قوله تعالىٰ والذين اتبعوهم باحسان رضى الله عنهم ورضوا عنه واعدلهم جنات تجرى من تحتها الانهار خٰلدين فيها ابدا ذالك الفوز العظيم انتهى. (۲)

اور اس جگہ سے پھر تو امام صاحب اعیان تابعین میں سے ہیں ان کے شامل حال قول اللہ تعالیٰ کا ہے والذین اتبعوہم الآیۃ۔ یعنی اور جن لوگوں نے اتباع کی صحابہ کے ساتھ احسان کئے اللہ ان سے راضی ہے اور وہ اللہ سے خوش ہیں اور رکھ چھوڑے گئے ہیں ان کے لئے باغ جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں ہمیشہ وہ اس میں رہنے والے ہیں یہی بڑا حصہ ہے

اور یہی اجلۂ محدثین نے امام صاحب کے تابعی ہونے کی تصریح کر دی ہے جو کہ کتب اسماء الرجال دیکھنے والے پر پوشیدہ نہیں ہے ضرورت کسی اور عبارت کے لکھنے کی نہ یہی گواہ

(۱) الخیرات الحسان صفحہ ۳۳۔ (۲) ایضاً

عادل وثقہ کافی وافی ہیں لیکن چونکہ میں حنفی ہوں اس وجہ سے اپنی اس تحریر کو حنفی امام کے قول پر ختم کرتا ہوں اور خدا سے آرزو کرتا ہوں کہ میرا خاتمہ انہیں کی اتباع میں ہو اور انہیں کے ساتھ آخرت میں اٹھوں علامہ ملا علی قاری لکھتے ہیں۔

قد ثبت رویتہ لبعض الصحابۃ واختلف روایتہ عنھم والمعتمد ثبوتھا کما بینتہ فی سند الانام فی مسند الامام (۱)

بہ تحقیق امام صاحب کا دیکھنا بعض صحابہ کو ثابت ہوگیا ہے اور اختلاف کیا گیا ہے روایت کرنے میں امام صاحب کے اور معتمد ثبوت روایت کا ہے امام صاحب کی

جیسا کہ میں نے تنبیہ کی ہے اس پر سند الانام شرح مسند امام میں اور شیخ محقق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ شرح سفر السعادت میں تحریر فرماتے ہیں۔

اما اقدم واسبق ایشاں امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت کوفی ست وولادت وے درسنہ ثمانین ووفاتش درمأۃ وخمسین وجماعت را اختلاف است درآنکہ وے از تابعین ست یا تبع تابعین باتفاق آنکہ درروزگار وے چندیں ازصحابہ بودہ اند انس بن مالک بہ بصرہ وعبداللہ بن ابی اوفی درکوفہ وسہل بن سعدہ الساعدی بمدینہ وابوالطفیل عامر بن واثلہ کہ آخر صحابہ رسول است دروفات بمکہ وبعض جز ایں چہارتن را نیز شمردہ اند صاحب جامع الاصول گوید کہ ملاقات ابوحنیفہ باینہا واخذ حدیث از ایشان نزد ارباب نقل ثبوت نرسید واصحاب وے میگویند کہ وے جماعت ازصحابہ را یافتہ واز ایشان روایت کردہ است انتہی وے را مسند یست کہ احادیث را درواز ایشان روایت کردہ است گفت بندہ مسکین عبدالحق سیف الدین حضہ اللہ بمزید العلم والیقین وورواقع ازحساب عقل بسی دور نماید کہ صحابہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم درروزگار وے باشند ووے قصد ملاقات ایشان نکند وایشان را نیابد باآنکہ وجود قدوم اودریں بلاد کہ ایشان بودہ اند ثابت شدہ مدت بست سال زندگانی کردہ چہ وجود صحابہ تا آخر مایہ بصحت رسیدہ است مان کہ حق

(۱) شرح مسند امام ابوحنیفہ لملا علی قاری۔ صفحہ-۸

باصحاب است کہ گویند جماعت صحابہ را دریافتہ است واللہ اعلم۔ (۱)

اب رہا یہ امر کہ امام صاحب مثل اور مجتہدین کے محدث ہیں یا نہیں اس کے جواب میں اس قدر کافی ہے کہ امام صاحب کا رئیس المجتہدین ہونا اظہر من الشمس ہے اور مجتہد کے لئے محدث ہونا لازمی امر ہے بلکہ محدث سے مجتہد میں ایک مزیت ہوتی ہے پس امام صاحب کا محدث ہونا بھی ایک لازمی اور ضروری امر ہے تفصیل اس کی کتب سیر ومناقب واسماء رجال میں موجود ہے میں اس جگہ اسی قدر سند کافی سمجھتا ہوں کہ الخیرات الحسان میں علامۂ شہاب الدین احمد بن حجر ہیثمی مکی شافعی لکھتے ہیں۔

الفصل الثلاثون فی سندہ فی الحدیث۔

فصل تیسویں بیان میں امام صاحب کی سند حدیث کے۔

مرّ انہ اخذ عن اربعۃ الاف شیخ من ائمۃ التابعین وغیرھم ومن ثمۃ ذکرہ الذھبی وغیرہ فی طبقات الحفاظ من المحدثین. (۲)

یعنی گذر چکا ہے کہ امام صاحب نے چار ہزار استاذوں سے جو ائمہ تھے تابعین وغیر تابعین میں حدیث حاصل کی ہے اسی جگہ سے ذہبی نے اور ان کے علاوہ دوسروں نے طبقات حفاظ محدثین میں امام صاحب کا ذکر کیا ہے

اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ امام صاحب کوئی معمولی طور سے محدث نہ تھے بلکہ محدثین میں بھی حفاظ میں داخل تھے۔

ومن زعم قلۃ اعتنائہ بالحدیث فھو اما لتساھلہ اوحسدہ اذ کیف یتاتی لمن ھو کذالک استنباط مثل ما استنبطہ من المسائل التی لا تحصی کثرۃ مع انہ اول من استنبط من الادلۃ علی الوجہ لمخصوص المعروف

یعنی اور جو شخص گمان کرتا ہے کہ امام صاحب کو علم حدیث کے جانب توجہ کم تھی تو یا تو بسبب اپنے تساہل کے گمان کرتا ہے یا حسد کے باعث سے اس لئے کہ کیونکر ہوسکتا ہے اس شخص سے جو ایسا ہو اس سے استنباط کرنا ان مسائل کا جن مسائل کو امام صاحب نے استنباط کیا ہے جن کی

(۱) دیباچہ شرح سفر السعادت۔ صفحہ-۲۰۔ (۲) الخیرات الحسان صفحہ-۹۰۔

فی کتب اصحابه رحمة الله علیهم. ولاجل اشتغاله بهذا الاهم لم یظهر حدیثه فی الخارج کما ان ابابکر وعمر رضی الله عنهما لما اشتغلا بمصالح المسلین العامة لم یظهر عنهما من روایة الاحادیث مثل ما ظهر عمن دونهما حتی صغار الصحابة رضوان الله علیهم.

گنتی نہیں ہوسکتی ہے باوجودیکہ امام صاحب پہلے وہ شخص ہیں جنہوں نے استنباط کیا مسائل کا ادلہ سے اس طریقہ سے جو امام صاحب کے اصحاب کی کتب سے مفہوم ہوتا ہے اللہ کی رحمت ہوان پر۔ اور بوجہ امام صاحب کے مشغول ہونے کے اس اہم امر میں حدیث امام صاحب کی خارج میں ظاہر نہیں ہوئی جیسا کہ حضرت ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما جبکہ مصالح عامہ مسلمین میں مشغول ہوئے تو ان سے روایت حدیث کی ظاہر نہیں ہوئی جیسے ان سے کم درجہ کے صحابہ بلکہ کم سن صحابہ سے ظاہر ہوئے رضوان اللہ علیہم اجمعین۔

وکذالک مالک والشافعی لم یظهر عنهما مثل ماظهر عمن تفرغ للروایة کابی ذرعة وابن معین لاشتغالهما بذلک الاستنباط.

اور جیسے امام مالک اور امام شافعی کہ ان سے بھی احادیث اس طرح سے ظاہر نہیں ہوئی جس طرح سے ان لوگوں کی ظاہر ہوئی جو محض روایت حدیث کرنے میں مشغول ہوگئے جیسے ابی ذرعہ اور ابن معین ہیں اس وجہ سے کی ظہور میں آئی ان دونوں اماموں سے کہ وہ استنباط مسائل میں مشغول ہوگئے۔

علی ان کثرة الروایة بدون درایة لیس فیه کبیر مدح بل عقد له ابن عبد البر بابا فی ذمه ثم قال

علاوہ بریں کثرت روایت بدون تفقہ و درایت کے اس میں کوئی بڑی مدح نہیں بلکہ ابن عبد البر نے ایک باب اس کی برائی

الذین علیه فقهاء جماعة المسلمین وعلمائهم ذم الاکثار من الحدیث بدون تفقه وتدبر. (۱)

کے بیان مین منعقد کیا ہے پھر بعد اس کے ابن عبد البر کہتے ہیں متفق ہیں فقہا و علماء جماعت مسلمین کے کثرت سے حدیث بیان کرنے کی برائی پر بدون تفقہ اور تدبر کے

یعنی علماء اور فقہا سب کا اتفاق اسی پر ہے کہ حدیث بدون سمجھے بیان کرنا اچھا نہیں برا ہے۔

وقال ابن شبرمة: اقل الروایة تفقه.

اور ابن شبرمہ کہتے ہیں کہ جس نے روایت کم کی وہ سمجھدار تھا۔

وقال ابن المبارک لیکن الذی یعتمد علیه الاثر وخذ من الرأی مایفسر لک الحدیث.

ابن مبارک کا قول ہے کہ حدیث پر اعتماد تمہارا ہونا چاہئے اور رائے سے اس مقدار لینا چاہئے جو حدیث کی تفسیر کردے۔

ومن اعذار ابی حنیفة ایضا مایفیده قوله لا ینبغی للرجل ان یحدث من الحدیث الا بما حفظه یوم سمعه الی یوم یحدث به فهو لا یری الروایة الا لمن حفظه. (۲)

اور امام صاحب کے حدیث کم روایت کرنے کی عذروں میں سے یہ ہے جو ان کے قول سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی کو زیبا نہیں کہ حدیث بیان کرے مگر وہ احادیث جو اس کو خوب یاد رہی ہیں سننے کے دن سے حدیث بیان کرنے کے دن تک

پس امام صاحب کی رائے تھی کہ روایت اپنی یاد سے ہو۔

وروی الخطیب عن اسرائیل بن یونس انه قال: نعم الرجل النعمان ماکان احفظه لکل حدیث فیه فقه واشد فحصه عنه واعلم بما فیه من الفقه.

خطیب اسرائیل بن یونس سے روایت کرتے ہیں کہ کہا انہوں نے تمام لوگوں میں سے بہتر نعمان ہیں، نہیں ان سے کوئی زیادہ حافظ ایسے احادیث کا جس میں فقہ ہو اور زیادہ تلاش کرنے والا ایسے احادیث کا اور زیادہ جاننے والا جو فقہ اس حدیث میں ہو۔

(۱) الخیرات الحسان صفحہ-۹۰۔ (۲) ایضاً

وعن ابی یوسف مارأیت احدا اعلم بتفسیر الحدیث ومواضع النکت التی فیه من الفقه من ابی حنیفة.

وقال ایضا ماخالفته فی شئی قط فتدبرته الا رأیت مذهبه الذی ذهب الیه انجی فی الأخرة.

وکنت ربما ملت الی الحدیث فکان هو ابصر بالحدیث الصحیح منی.

وقال کان اذا صمم علی قول درت علی مشائخ الکوفة هل اجد فی تقویة قوله حدیثا او اثرا فربما وجدت الحدیثین او الثلاثة فأتیه بها فمنها ما یقول فیه هذا غیرا صحیح اوغیر معروف فاقول له وما علمک بذالک مع انه یوافق قولک؟ فیقول انا عالم بعلم اهل الکوفة. (۱)

کہاامام ابو یوسف نے کہ میں نے کسی کوزیادہ جاننے والاتفسیر حدیث کااور زیادہ جاننے والا باریکیوں کی جگہوں کا کہ جس میں فقہ ہوامام ابوحنیفہ سے زیادہ نہیں پایا یعنی امام صاحب سب سے زیادہ جانتے تھے۔

اور بھی امام ابویوسف نے کہا کہ میں نے جس کس چیز میں امام صاحب سے مخالفت کی پھر انجام میں غور کیا تو امام صاحب ہی کا مذہب زیادہ نجات دینے والا آخرت میں پایا۔

اور میں اکثر حدیث کی جانب مائل ہوتا تو امام صاحب کوزیادہ حدیث صحیح کا مبصر پاتا۔

اور کہا امام یوسف نے کہ جب امام صاحب کی رائے قائم ہوجاتی کسی قول پر تو میں مشائخ کوفہ کے درمیان پھرتا اس خیال سے کہ آیا کوئی حدیث ہے امام صاحب کے قول کی تقویت میں یا کوئی اثر تو بسا اوقات پاتا تھا میں دو حدیثیں یا تین پس ان کوامام صاحب کے پاس لاتا تو بعض حدیثوں کے حق میں فرماتے کہ یہ غیر صحیح ہیں اور غیر معروف ہیں تو میں کہتا اس کا علم آپ کو کہاں سے ہوا باوجودیکہ یہ آپ کے قول کے موافق ہے؟ تو فرماتے تھے جو علم اہل کوفہ رکھتے ہیں وہ میں جانتا ہوں۔

(۱) الخیرات الحسان، صفحہ-۹۰

وکان عند الاعمش فسئل عن مسائل فقال لابی حنیفة ماتقول فیها؟ فاجابه قال من این لک هذا؟ قال من احادیثک التی رویتها عنک وسرد له عدة احادیث بطرقها فقال الاعمش حسبک ماحدثتک به فی مأته یوم تحدثنی فی ساعة ماعلمت انک تعمل بهذه الاحادیث یا معشر الفقهاء انتم الاطباء ونحن الصیادلة وانت یا ایها الرجل اخذت بکلاالطرفین. وقد خرج الحفاظ من احادیثه مسانید کثیرة اتصل بنا کثیر منها کما هو مذکور فی مسندات مشایخنا وحذفتها بطول الکلام علیها مع انه لیس فیها کثیر غرض. (۱)

امام صاحب اعمش کے پاس بیٹھے تھے کہ اعمش سے کوئی مسئلے پوچھنے کو آیا۔ اعمش نے امام صاحب سے کہا کہ کیا کہتے ہو تم اس بارے میں؟ پس اسکا جواب دیا امام صاحب نے۔ فرمایا اعمش نے کہ کہاں سے یہ جواب حاصل ہوا تم کو؟ عرض کی آپ کی ان احادیث سے جو روایت کی ہم نے آپ سے اور تھوڑی احادیث ان کی سند کے ساتھ بیان کیں کہا اعمش نے اتنا کافی ہے جتنے احادیث میں نے سو دن میں تم سے بیان کئے تھے ایک ساعت میں بیان کئے دیتے ہو میں نہیں جانتا تھا کہ تم ان احادیث پر عمل کرتے ہوا ے گروہ فقہا کے تم لوگ طبیب ہو اور ہم صیادلہ ہیں اور تم نے اے شخص (یعنی امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ) دونوں طرفوں کو لے لیا ہے۔ اور بہ تحقیق حفاظ حدیث نے امام صاحب کی احادیث سے بہت سے مسانید روایت کئے ہیں جن میں سے بہت متصل سند سے ہم تک پہونچے ہیں جیسا کہ مذکور ہیں ہمارے اساتذہ کے مسندات میں اور میں نے ان کو حذف کردیا اس وجہ سے کہ کلام طویل ہوجاتا باوجودیکہ اس میں کوئی بڑی غرض نہیں۔

(۱) الخیرات الحسان صفحہ-۹۰۔

تمام ہوگئی فصل الخیرات الحسان مصنف علامہ ابن حجر مکی کی اور اسی کے قبل ابن حجر لکھتے ہیں۔

الفصل السابع فی ذکر شیوخه.

فصل ساتویں امام صاحب کے شیوخ کے بیان میں۔

هم کثیرون لایسع هذا المختصر ذکرهم وقد ذکر منهم الامام ابو حفص الکبیر اربعة آلاف شیخ.

(شیوخ واساتذہ) امام صاحب کے بہت ہیں کہ جن کے ذکر کرنے کے لئے یہ مختصر (رسالہ) وسعت نہیں رکھتا ہے اور بہ تحقیق ان میں سے امام ابو حفص کبیر نے چار ہزار استاذ ذکر کئے ہیں۔

وقال غیره له اربعة آلاف شیخ من التابعین فما بالک بغیرهم منهم اللیث بن سعد وکذا مالک بن انس امام دار الهجرة علی ماذکره الدارقطنی وجماعة اٰخرهم ابو محمد العینی.

اور کہا غیر ابو حفص نے کہ چار ہزار استاد صرف تابعین میں سے تھے تو غیر تابعین کے متعلق تمہارا کیا گمان ہے یعنی وہ تو بہت سے ہونگے ان میں سے لیث بن سعد ہیں اور ان سے ہی امام مالک بن انس امام دار الہجرۃ ہیں جیسا ذکر کیا دار قطنی نے اور ایک جماعت نے کہ آخر ان کے ابو محمد عینی ہیں۔

بل قال بعضهم انه رأی فی مسند الامام ابی حنیفة التحدیث عن مالک وهذ ان الامامان من جملة الأخذین عنه. (۱)

بلکہ بعضوں نے کہا ہے کہ انہوں نے امام حنیفہ کے مسند میں حدیث امام مالک سے دیکھی ہے اور یہ دونوں امام یعنی لیث اور مالک منجملہ ان لوگوں کے ہیں جنہوں نے امام صاحب سے اخذ کیا ہے۔

وعدد بعض المترجمین مشائخه بما یطول ذکره فلذا خذفته. (۲)

اور شمار کئے ہیں بعض مؤرخین نے مشائخ امام صاحب کے اس قدر جس کے ذکر کرنے میں طول ہوگا اس وجہ سے میں حذف کرتا ہوں۔

(۱) الخیرات الحسان، صفحہ-۳۶ (۲) ایضاً صفحہ-۳۷

اور اسی فصل کے بعد ابن حجر لکھتے ہیں۔

الفصل الثامن فی ذکر الأخذین عنه الحدیث والفقه.

فصل آٹھویں بیان میں ان لوگوں کے جنہوں نے امام صاحب سے حدیث اور فقہ حاصل کیا۔

قیل استیعابهم متعذر لایمکن ضبطه.

کہا گیا ہے کہ استیعاب امام صاحب کے شاگردوں کا متعذر ہے نہیں ممکن ہے ضبط انکا۔

ومن ثمة قال بعض الائمة لم یظهر لاحد من ائمة الاسالام المشهورین مثل ماظهر لابی حنیفة ومن الاصحاب والتلامذة لم ینتفع العلماء وجمیع الناس بمثل ما انتفعوا به وباصحابه فی تفسیر الاحادیث المشتبهة والمسائل المستنبطة والنوازل والقضاء والاحکام جزاهم الله خیرا وقد ذکر منهم بعض متأخری المحدثین فی ترجمته نحو الثمان مائة مع ضبط اسمائهم ونسبهم بما یطول ذکره انتهی. (۱)

اسی جگہ سے بعض ائمہ کا قول ہے کہ کسی ائمہ اسلام سے جو مشہور ہیں اس قدر علم نہیں ظاہر ہوا جتنا کہ امام ابو حنیفہ سے اوان کے اصحاب وتلامذہ سے ظاہر ہوا اور نہیں نفع مند ہوئے تمام لوگ کسی سے جتنا نفع مند ہوئے ان سے اور ان کے شاگردوں سے تفسیر احادیث مشتبہ اور مسائل مستنبطہ اور نوازل اور قضا اور احکام میں اللہ ان کو بہتر جزا دے اور تحقیق بعض ائمہ نے متاخرین محدثین سے ذکر کیا ہے حال میں امام صاحب کے قریب آٹھ سو شاگردوں کے ساتھ ان کے ناموں اور نسبتوں کے جن کے ذکر کرنے میں طول ہوجاویگا۔

واللہ اعلم

(۱) الخیرات الحسان صفحہ-۳۷

تعارف جامعہ چشتیہ ماضی اور حال کے تناظر میں

حضرت شیخ مخدوم احمد عبدالحق شیخ العالم علیہ الرحمۃ والرضوان سے منسوب و متعلق سلسلۂ چشتیہ صابریہ کی قدیم مرکزی خانقاہ ہے جو برسہا برس سے تشنگان علوم شریعت و معرفت کو آسودۂ جان کررہی ہے۔

جس کے پاکیزہ دامن میں مدرسہ چشتیہ صابریہ فیض القرآن ایک تعلیمی ادارہ قائم ہوا جو اول تا پنجم درجات پرائمری پر مشتمل تھا۔

۹۹-۶-۲۸ سلسلۂ چشتیہ صابریہ کے بہت سارے ارباب دانش اور باشعور افراد کی گزارش پر حضرت شاہ عمار احمد احمدی عرف نیر میاں مدظلۂ العالی واراکین ادارۂ ہٰذا نے اس میں مزید توسیع کرکے ادارہ کو دارالعلوم کی حیثیت سے بڑھایا اور تقریباً سو سے زائد بیرونی طلباء کا قیام عمل میں آیا اور اساتذہ کی ایک بڑی جماعت کا تقرر ہوا۔ چنانچہ ادارہ بحیثیت دارالعلوم نہایت ہی منظّم تعلیم کے ساتھ اپنی ترقی کی راہوں پر گامزن ہے۔

(۱) درجات پرائمری اول تا پنجم۔ مضامین۔ ہندی، انگریزی اردو، دینیات، اسلامی، سائنس، جغرافیہ وغیرہ۔

(۲) چشتیہ ہائر سکنڈری اسکول گورنمنٹ کے منظور شدہ کورس کے ساتھ دینیات و اسلامی تاریخ۔

(۳) شعبہ حفظ القرآن بہ رعایت تجوید وحدر۔

(۴) شعبہ قرأت بہ روایت حضرت امام حفص رحمۃ اللہ علیہ۔

(۵) درس نظامیہ از اعدادیہ تا رابعہ مدارس اسلامی کا انتخاب شدہ عالم کا کورس۔

(۶) شعبہ تصنیف وتالیف، اسلامی معلومات عامہ اور طلبہ کی معلومات عامہ کے لئے نظامی دار

المطالعہ (لائبریری)۔

(۷) ایسے طلباء جن کے قیام وطعام علاج ومعالجہ تعلیم وتربیت کا جامعہ کفالت کرتا ہے اور درسیات کی کتابیں مفت فراہم کی جاتی ہیں۔ ۱۵۰ رکی تعداد پر مشتمل ہے۔

(۸) درجات پرائمری اول تا پنجم و چشتیہ ہائر سکنڈری اسکول کے طلباء وطالبات کی تعداد ۱۲۵۰ ہے جو شہر ردولی شریف وقرب وجوار سے متعلق ہیں۔

(۹) شعبہ حفظ وقرأت و درس نظامیہ کے اساتذہ جن کی تعداد ۱۰ رہے شعبۂ پرائمری و چشتیہ ہائر سکنڈری اسکول کے اساتذہ ومعلمات جن کی تعداد ۲۲ رہے سفراء جن کی تعداد ۶ ہے۔
کل تدریسی وغیر تدریسی ملازمین کی تعداد ۳۸ رہے

(۱۰) جامعہ کے سالانہ مصارف جس میں اخراجات مطبخ ومشاہرہ اساتذہ بھی شامل ہیں۔ اٹھارہ لاکھ روپئے کا تخمینہ ہے۔

(۱۱) جامعہ نے چشتیہ گرلس انٹر کالج کے لئے محلّہ پورے میاں میں ایک وسیع زمین خرید کر ۲۰۱۰ء میں کالج کی بنیاد ڈال دی ہے۔ اور اس کا تعمیری کام جاری ہے جس کی لاگت تخمیناً ڈیڑھ کروڑ روپئے ہے۔

ترسیل زر و خط و کتابت کا پتہ

شاہ عمار احمد احمدی عرف نیر میاں

ناظم اعلیٰ جامعہ چشتیہ خانقاہ حضرت شیخ العالم علیہ الرحمہ پوسٹ ردولی شریف، ضلع فیض آباد، یوپی (انڈیا) پن کوڈ 225411

چیک ڈرافٹ برائے مدرسہ MADARSA JAMIA CHISHTIA

چیک ڈرافٹ برائے تعمیر CHISHTIA EDUCATIONAL SOCIETY

Web:-HAZRATSHAIKULALAM.COM

WWW.MUJADID-E-SILSILAY-SABIRYA.COM